انجمن خدام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ
شمارہ نمبر 42
ماہنامہ
آئینۂ انجمن
اسلامی، اصلاحی، علمی جریدہ
بانی: ڈاکٹر اسرار احمد
جولائی/اگست 2022ء بمطابق ذی الحجہ 1443 / محرم الحرام 1444ھ

خصوصی شمارہ

اہم موضوعات

- فرمانِ الٰہی و فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- اداریہ
- ملفوظاتِ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
- اقتباس نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ
- تاج رسالت کے انمول نگینے
- ترقی
- کاش کہ ـــــ!
- محرم الحرام (فضائل و مسائل)
- تاریخ عالم میں محرم الحرام کی فضیلت و اہمیت
- انتخابِ الٰہی اور مراد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- انجمن خدام القرآن سندھ کے تحت جاری تدریسی سر گرمیاں
- شعبۂ سمع و بصر

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال کراچی
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

فرمانِ الٰہی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ
اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى
الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا
لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ (سورۃ الحج: 34تا36)

ترجمہ:

اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک نظام مقرر کیا ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیا کریں ان مویشیوں پر جو اس نے انھیں عطا کیے ہیں۔ تو (جان لو کہ) تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، تو تم اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اور اے نبی ﷺ بشارت دے دیجیے عاجزی اختیار کرنے والوں کو۔ وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں۔ اور ان کو جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمھارے لیے شعائر اللہ میں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بھلائی ہے، تو تم اللہ کا نام لو ان پر ان کو صفوں میں کھڑا کر کے، تو جب ان کے پہلو زمین پر ٹک جائیں تو اب ان میں سے خود بھی کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والے اور سوال کرنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے ان کو تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

تشریح:

یعنی قربانی کا یہ نظام اللہ نے اس لیے تمھیں عطا کیا ہے کہ تم جان لو کہ تمھارا معبود ایک ہی ہے اسی کے ہر حکم کی تعمیل کرو اور اس کی مکمل اطاعت کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک طرف قربانی دی جارہی ہو دوسری طرف حرام خوری بھی ہو رہی ہو۔ حرام کے مال سے جانور خریدے جائیں اور پھر

فوٹو بنوا کر اخبار میں چھپوائے جائیں یہ سب اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہے۔اس کو معبود مانا ہے تو اس کی مکمل اطاعت قبول کرو اور اس کی حرام کردہ چیزوں میں منہ نہ مارو۔ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ بشارت دیجیے عاجزی اختیار کرنے والوں کو کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں۔قربانی کے جانوروں میں یہاں خاص طور پر اونٹ کی قربانی کا ذکر ہے اور ان کی قربانی کا طریقہ بتایا گیا کہ انہیں قبلہ رو صف بستہ کھڑا کر کے نحر کرو اور جب خون بہنے کی وجہ سے وہ زمین پر گر جائیں تو اب ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان سفید پوش ناداروں کو بھی نہ بھولو جو اپنی خودداری اور قناعت کے باعث سوال نہیں کرتے۔اور اس کے ساتھ ساتھ ان محتاجوں کو بھی کھلاؤ جو اپنی محرومی کے ہاتھوں بے قرار ہو کر آپ کے پاس مانگنے آگئے ہیں۔اونٹ جیسا بڑا جانور اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے کہ برچھا مار کے اس کو نحر کر لیتے ہو اور پھر اس کا گوشت کھاتے ہو۔اس لیے تم پر لازم ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

بیان القرآن: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

حِکمت رومی

اسلام حقیقت کائنات و ربوبیت رب، رحمت عامہ کا دین ہے۔اس میں رجا بھی ہے اور ارتقاء بھی۔یاس اور قنوط کفر کے مترادف ہیں۔کائنات محض مایا یا فریب ادراک نہیں، زندگی آدمؑ کے جرم یا کسی پہلے جنم کی سزا نہیں۔دنیا جائے عقوبت نہیں، بلکہ موضوع عرفان اور موقع امتحان ہے۔حیات و کائنات کے ممکنات لامتناہی ہیں، علم اور عمل سے ممکن کو موجود کرنا۔مضمرات حیات کو آشکار کرنا، زندگی کے اقدار کو سمجھ کر اعمال کو ان کے مطابق بنانا، اسماء الٰہی کا علم حاصل کر کے صفاتِ الٰہیہ کو حتی المقدور اپنانے کی کوشش کرنا، جس کو قرآن حکیم اللہ کے رنگ میں رنگا جانا کہتا ہے ،اور اس طرز عمل سے خدا سے قریب اور اقرب ہونے کی سعی کرنا۔یہی زندگی کا راز ،یہی اس کی صداقت اور یہی اس کا مقصود اور نصب العین ہے۔اس راستے پر چلنے والا انسان خلیفۃ اللہ کی مسند پر متمکن ہوتا ہے۔اس کے شعور میں نور اور اس کے دل و دماغ میں غیر معمولی قوتوں کا نشو نما ہوتا ہے۔وہ حکمت جسے قرآن کریم خیر کثیر کہتا ہے، اس کے دروازے انسان پر بند نہیں ہیں۔اسی طرح اعمال کی دنیا میں توبہ کا دروازہ بھی ہر وقت کھلا ہے۔عصیان کے احساس کے بعد اس کی طرف سے منہ موڑ لینے کا نام توبہ ہے۔سچی توبہ سے زندگی کا رخ بدل جاتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْأَضَاحِیُّ قَالَ: سُنَّۃُ أَبِیکُمْ إِبْرَاھِیمَ عَلَیْہِ السَّلَامِ قَالُوا: فَمَا لَنَا فِیھَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ: بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوا فَالصُّوفُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَۃٌ (ابن ماجہ)

ترجمہ:

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحابؓ نے عرض کیا۔ ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور تاریخ ہے ؟“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تمھارے جدامجد حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہمارے لیے ان قربانیوں میں کیا اجر ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی۔انھوں نے عرض کی، کیا اون کا بھی یہی حساب ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔فرمایاہاں اون والے جانور کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔

تشریح:

یعنی سب سے پہلے قربانی کا حکم حضرت ابراہیمؑ کو دیا گیا تھا اور وہ کرتے تھے۔ان کی اس سنت اور قربانی کے اس عمل کی پیروی کا حکم مجھ کو اور میری امت کو بھی دیا گیا ہے۔ صحابہؓ کے اس سوال کے جواب میں کہ ہمارے لیے اس قربانی میں کیا اجر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اجر یہ ہے کہ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔مزید صحابہؓ نے عرض کی کہ اون والے جانوروں کی قربانی کا ثواب بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی کی شرح سے ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ! اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور حساب سے ملے گا۔(شرح اربعین نووی چوہدری عبدالحفیظ)

بحوالہ: (معارف الحدیث از منظور نعمانی، ابن ماجہ، حدیث ۲۶۷)

اسلام کا سال نو محرم الحرام

ڈاکٹر محمد الیاس

اسلام ایک نظریاتی مذہب ہے جس کی بنیاد وحی پر مبنی ہے۔ وطنیت، رنگ و نسل اور علاقائیت کے تعصب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وحی کی بنیاد پر مبنی ہونے کے سبب یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں انسان کے تمام جسمانی، روحانی اور نفسیاتی مسائل کا حل موجود ہے۔ قرآن انسان کے لیے راہِ ہدایت ہے جو خالق کائنات نے اپنے رسول برحق محمد ﷺ پر نازل کیا تاکہ وہ اس کے ذریعے سے بنی نوع انساں کو ہدایت کی اس راہ پر لگا دیں جو اسے اپنے خالق و مالک سے ملا دے، اسی لیے قرآن کا موضوع انسان قرار دیا گیا ہے۔

اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے جہاں دوسرے ذرائع و وسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اپنے شب و روز کی ترتیب کے لیے کسی اندازے کسی ضابطے کی حاجت بھی ہوتی ہے، جس کے صحیح اندازے کے لیے انسانوں نے ایک مخصوص تقویم (کیلنڈر) ترتیب دیا ہے، اور یہ دنیا کی ہر قوم میں کچھ ضروری رد و بدل کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ چناں چہ قوم یہود کا سن 3700 قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے، سن عیسوی کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ ولادت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح بکرمی سن کی شروعات مہاراجہ بکرماجیت کو ساکھا قوم پر فتح یاب ہونے کے واقعہ سے منسوب ہے۔

اسلامی تقویم (کیلنڈر) کی ابتدا رسول کریم ﷺ کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے ہوتی ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ کے سفر کا آغاز ربیع الاول کی 8 تاریخ کو ہوا تھا۔ اور یہ عیسوین کیلنڈر کے مطابق 20 ستمبر 622 کا دن تھا۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی سال یکم محرم کو اسلامی سال کا آغاز قرار دیا۔ اور اس یکم محرم کو ہفتے کا سب سے افضل دن جمعۃ المبارک تھا۔ اسلام اور دیگر مذاہب عالم کے آغاز وابتدا کا موازنہ کریں تو اس میں یہ انفرادیت نظر آئے گی کہ سن ہجری کی شروعات کی بنیاد چاند کو بنایا گیا۔ چاند کے طلوع و غروب کو اس کا محور بنایا گیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا کے کسی بھی حصے یا علاقے میں رہتا ہو، چاند چوں کہ ہر جگہ ہی نظر آتا ہے اس لیے وہ اس کے بڑھاؤ اور گھٹاؤ کو دیکھ کر صحیح تاریخ کا اندازہ کر سکتا ہے۔ جب کہ غیر اسلامی کیلنڈر ہر جگہ دستیاب نہیں ہو سکتا۔

اسلام چوں کہ دینِ فطرت اور عدل و انصاف کا دین ہے۔ اس میں مساوات و ہمہ گیری ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے ادل بدل کر آیا کریں۔ لہٰذا قمری تقویم کو بنیاد قرار دیا گیا۔ اگر اسلام دیگر اقوام کے طریق کو اپنا لیتا یا گوارا کر لیتا جیسے شمسی (عیسوی) تقویم، تو ماہ صیام کسی ایک مقام پر ہمیشہ ایک ہی موسم میں آیا کرتا جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا کہ نصف دنیا کے مسلمان جہاں موسم سرد اور دن چھوٹے ہوتے ہمیشہ آسانی

میں رہتے۔اسی طرح سفرِ حج کا بھی یہی حال رہتا۔

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: "انسان کا وقت ہی اس کی زندگی اور وقت ہی مستقبل کی تلخی یا مٹھاس کا سبب بنتا ہے۔اس کی رفتار ہواؤں سے اڑنے والے بادلوں کی دوڑ سے بھی تیز ہے۔اللہ کی عبادت اور ریاضت میں گزرنے والا لمحہ ہی انسان کو جینے کا استحقاق عطا کرتا ہے۔اس لیے غافل اور بے فکرے شخص کے لیے ذہن پر بوجھ بننے سے بہتر ہے کہ وہ زمین کے اندر چلا جائے۔(ماہنامہ نوائے اسلام،اپریل 2006)"تقویم کی ہر بدلتی تاریخ زندگی کے فنا کی تمہید اور اس کے عدم کی انتہا ہے۔لہٰذا انسان کو چاہیے کہ عدم و فنا ہونے سے پہلے فائدہ اٹھا لے اور کچھ کر گزرے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی زندگی کے مقاصد کا تعین کرے،ان مقاصد کے حصول کے لئے منصوبہ سازی کرے،اپنے اوقات کار کا ایک نظام العمل بنائے اور اس میں کاموں کی ترتیب الاھم فالاھم کے اصول کے مطابق کرے،اور خود احتسابی کا کوئی نظام وضع کرے تاکہ اپنا جائزہ لے سکے کہ اس کا آج کل سے بہتر ہے کہ نہیں۔حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق حاسبوا قبل ان تحاسبو یعنی اپنا احتساب کر لو اس سے پہلے کہ تمہارا احتساب کیا جائے کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ ہمیں پنی زندگی کے ماہ و سال،شب و روز کا جائزہ لیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔اللہ تعالیٰ اس نئے سال کو پوری امت مسلمہ کے لیے خیر و عافیت اور جسمانی،روحانی اور نفسیاتی سکون و راحت کا باعث بنائے۔ہماری خطاؤں سے در گزر فرما کر ہمیں اپنے سایہ رحمت میں اپنا حفظ و امان عطا فرمائے۔آمین

نہ کوئی رنج کا لمحہ کسی کے پاس آئے
خدا کرے کہ نیا سال سب کو راس آئے

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

- جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دے گی ان پر اللہ تعالیٰ فقر مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان سب پر مصیبت بھیجیں گے۔(حضرت ابو بکر صدیقؓ)
- اللہ تعالیٰ کے اور اس کی کسی مخلوق کے درمیان کوئی ایسا نسب کا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اللہ اسے خیر دے اور اس سے برائی کو دور کرے۔ (حضرت ابو بکر صدیقؓ)
- جو شخص اپنا راز چھپاتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔(حضرت عمر فاروقؓ)
- ناکارگی آفت ہے،صبر بہادری ہے،زہد خزانہ ہے،خوفِ خدا ڈھال ہے۔(حضرت علی المرتضیٰؓ)
- بہترین مجلس وہ ہے جس میں حکمت کی باتیں بیان کی جائیں۔(حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ)

حمد باری تعالیٰ

بگڑے سارے کام بناتا اللہ ہے
سب کی بگڑی بات بناتا اللہ ہے
اے قسمت کے ماروں ربّ کو یاد کرو
سب کے سوئے بھاگ جگاتا اللہ ہے
اپنے یار کی شان دکھانے دنیا کو
عرش پہ یوں معراج کراتا اللہ ہے
والضحیٰ کی صورت یہ بتلاتی ہے
سب سے پہلے نعت سناتا اللہ ہے
مجھ کو یاد کر میں تجھ کو یاد کروں
یہ قرآن میں خود فرماتا اللہ ہے
جو بھی دل سے اللہ اللہ کرتا ہے
اس کو اپنا حرم دکھاتا اللہ ہے
جو بھی خدمت گار ہے ربّ کے بندوں کا
اس پر خاص کرم فرماتا اللہ ہے
پتھر میں کیڑوں کو کوئی فکر نہیں
کیوں کہ گھر گھر رزق پہنچاتا اللہ ہے

پروفیسر محمد طٰہٰ خان

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نذرانۂ عقیدت

دنیا ہے ایک دشت، تو گلزار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
اس تیرگی میں مطلع انوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

یہ بھی سچ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتار ہے جمیل
یہ بھی حق ہے کہ صاحبِ کردار آپ ہیں

ہو لاکھ آفتابِ قیامت کی دھوپ تیز
میرے لیے تو سایہ دیوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

یہ فخر کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گردِ رہ
اس قافلے کے قافلہ سالار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

مجھ کو کسی کی حاجت چارہ گری نہیں
ہر غم مجھے عزیز کہ غمخوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

ہے میرے لفظ لفظ میں گر حسن و دلکشی
اس کا یہ راز ہے، میرا معیار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

انسان مال و زر کے جنوں میں ہیں مبتلا
اس حشر میں ندیم کو درکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

احمد ندیم قاسمی

ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن

حرام کے لیے قطعاً کوئی عذر قابل قبول نہیں!

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

آج کل ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ سود لینے کو اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً ریٹائرمنٹ کے بعد کسی کو گریجویٹی ملتی ہے تو وہ اسے خطرات کے پیش نظر بینک میں رکھوا دیتا ہے کہ اگر کاروبار کے لیے کسی اور کو رقم دوں گا تو وہ کھا جائے گا اور اگر اپنے گھر میں رکھوں گا تو وہ ختم ہو جائے گی اور رفتہ رفتہ اس کی قیمت بھی کم ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کر کے وہ یہ رقم بینک میں رکھوا دیتا ہے۔ اور پھر گھر بیٹھ کر سود کھاتا رہتا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ حرام کے لیے قطعاً کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔ البتہ اگر آدمی کی جان پر بن گئی ہو، وہ مر رہا ہو اور سوائے کسی حرام شے کے کھانے کو کچھ میسر نہ ہو تو صرف جان بچانے کی حد تک حرام کھانے کی اجازت ہے۔ سورۃ البقرہ میں اس حوالے سے قانون موجود ہے:

”پھر جو کوئی مجبور ہو جائے اور وہ خواہشمند اور حد سے آگے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔“ یعنی اضطرار کی کیفیت اور انتہائی مجبوری کے عالم میں دو شرطوں کی موجودگی میں جان بچانے کی حد تک حرام کھانا جائز ہے۔ اولاً یہ کہ حرام کی طرف کوئی دلی تمنا نہ ہو اور دوسرے یہ کہ جان بچانے کے لیے جو کم سے کم مقدار ضروری ہے اس سے آگے نہ بڑھے۔ لیکن عام حالات میں اگر آپ اپنے کاروبار، پیشے اور معاش میں حرام کا کوئی عنصر مستقل طور پر قائم کر لیتے ہیں تو پھر اس صورت میں تقویٰ کی نفی ہو جائے گی۔

بحوالہ: اربعینِ نبوی ﷺ حصہ اول (صفحہ 258) از ڈاکٹر اسرار احمدؒ

شعورِ حیات (از محمد یوسف اصلاحی)

اگر آپ تند مزاجی اور نارواطرزِ عمل کے باعث دوستوں کی نصیحت و تذکیر سے محروم ہیں، آپ ساتھیوں کی تنقیدوں پر بھڑک اٹھتے ہیں، اپنی کوتاہیوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بجائے، غضب ناک ہو جاتے ہیں، تو بے شک آپ کبرِ نفس میں مبتلا ہیں، اپنی ذات کے بدترین دشمن ہیں۔ دنیا میں مخلص ساتھیوں کی رفاقت خدا کی عظیم نعمت ہے، اچھے ساتھیوں کی صحبت آدمی کی بہت بڑی سعادت ہے، غلطیوں پر ٹوکنے والے کوتاہیوں پر متوجہ کرنے والے، اور بھلائیوں کی تلقین کرنے والے ساتھی آپ کے محسن ہیں، ان کی خیر خواہی اور تذکیر و یاد دہانی سے اگر آپ خود کو محروم کر رہے ہیں تو یہ بدترین قسم کی محرومی ہے، آپ اپنی ہلاکت کے لیے خود گڑھا کھود رہے ہیں، اور اس عمل کے دوران اپنے دونوں کانوں میں آپ نے انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں کہ کسی تنبیہ کرنے والے کی آواز آپ کے کان میں نہ پہنچ سکے۔

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّام القرآن

رزق دینے والا اللہ ہے

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

آج ہمیں یہ پریشانی لاحق ہے کہ شریعت پر عمل کروں گا تو پتہ نہیں جاب کا مسئلہ نہ ہو جائے، سودی لین دین چھوڑیں گے تو کاروبار کیسے چلے گا؟ شریعت پر عمل کروں گا تو ایسا نہ ہو جائے ویسا نہ ہو جائے۔ رشوت چھوڑوں گا تو گزارا کیسے ہوگا وغیرہ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارا اللہ پر یقین ہے؟ قرآن پر ایمان ہے؟۔ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص میں جواب دیتا ہے کہ پچھلوں کو دیکھو ان کو اپنی معیشتوں پر بڑا ناز تھا، قوم عاد و ثمود، فرعون ، شداد، نمرود، ہامان، وغیرہ سب سرکشی پر مبنی پالیسیاں رکھتے تھے لیکن سب برباد ہو گئے۔ کیا ان کی معیشتیں ان کو بچا سکیں؟ دنیا عارضی ہے، آخرت کے لیے اپنے ساتھ کیا لے کر جاؤ گے۔ کفار کفر کرتے ہیں پھر بھی اللہ انھیں رزق دیتا ہے، مشرکین شرک کرتے ہیں تب بھی اللہ انھیں رزق دیتا ہے، ہم مسلمان اللہ کو ناراض کرتے رہے، پاکستان میں ۷۵ سال ہو گئے حکمرانوں اور اپوزیشن کے درمیان کرسی اور اقتدار کا کھیل جاری رہا۔ اس کے لیے انھوں نے سب کچھ کیا لیکن اللہ کا دین ان کی ترجیحات میں نہیں ہے۔ تب بھی اللہ دیتا رہا، کھلاتا رہا پلاتا رہا، کیا جب اللہ کا حکم مانو گے تو اللہ تمھیں بھوکا مارے گا؟ استغفر اللہ۔ خدارا اس بات کو سمجھیں!

خطاب جمعہ سے ماخوذ۔ 4 مارچ 2022

حکمت و دانش

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی زندگی کو اخلاقی اور روحانی قدریں صرف مذہب سے مل سکتی ہیں، ہماری زندگی میں معنویت پیدا ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ مذہب محدود معنی میں مذہب نہ ہو، بلکہ صحیح معنوں میں انسانی زندگی کا ترجمان ہو۔ سچا مذہب وہی ہو سکتا ہے جو صرف عقیدہ ہی کو سعادت کا ذریعہ قرار نہ دیتا ہو بلکہ عمل کے ذریعہ زندگی کی تشکیل بھی کرتا ہو۔ مذہب ہمیں تنگ نظری کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ ہمیں تنگ دائروں سے نکال کر فکر و نظر کی ایک وسیع دنیا میں لا کھڑا کرتا ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جہاں انسان کو زندگی کے لامحدود امکانات کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ جہاں ذہن و فکر کی تنگ دامانی دور ہو چکی ہوتی ہے، جہاں زندگی کے ایسے راز اُس پر کھلتے ہیں جن کی رفعتوں اور وسعتوں کا اندازہ کسی ایسے شخص کے لیے ممکن ہی نہیں جو زندگی کے محض ظاہر کا پرستار ہو۔ روحانی اور اخلاقی نظریات کے بغیر انسان صحیح معنوں میں کبھی تہذیب آشنا نہیں ہوتا۔

انسانی جبلت کی تہذیب و تزکیہ کے بغیر زندگی میں وسعت، بلندی اور گہرائی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ کسی مستحکم اور پائیدار تہذیب و تمدن کا وجود ممکن ہے۔ اور ہم انسانی جبلتوں کی تہذیب و تزکیہ کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ انسان کی زندگی کو ان قدروں سے وابستہ نہ کیا جائے جو روحانی اور اخلاقی قدریں ہیں۔ (ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ) کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنّے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے (کہ ان کے لیے صحیح طریقِ کار کیا ہے)“ (الاعراف 201)

(انسانی جبلتوں کا مطالعہ از محمد فاروق خان)

تاجِ رسالت کے انمول نگینے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ (امین الامت)

محمد ارشد

استاذ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، کراچی

"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ میری امت کے امین ابو عبیدہؓ ہیں"

"اگر میں ابو عبیدہ کو پاتا تو انہیں خلیفہ بناتا" (سیدنا فاروق اعظمؓ)

مشرکین مکہ پر عذاب خداوندی کی پہلی قسط بدر کے میدان کارزار میں نازل ہوئی جس کو قرآن نے یوم الفرقان کہا۔ جس دن اللہ تعالی نے حق اور باطل کے درمیان فرق کو بالکل نتھار کر رکھ دیا۔ میدان بدر جہاں توحید کے پروانوں نے ثابت کیا کہ توحید وایمان وہ دولت ہے جس پر کہ دنیا کی ہر شے حتی کہ قریب ترین رشتہ داریاں بھی قربان کی جاسکتی ہیں۔

چناں چہ بدر کے میدان میں زمانہ نے جس کی قسم کھا کر اللہ نے پوری نوع انسانی کو ہلاکت وبربادی کی وعید سنائی ہے عجیب اور ناقابل یقین مناظر دیکھے۔ ایک طرف مشرکین مکہ تھے جو بڑی زبردست تیاری اور بڑے کروفر کے ساتھ اسلام کو ختم کرنے کے ارادے سے آئے تھے، اور دوسری طرف اللہ کے نبی مکرم ﷺ نے بھی اپنی 15 سال کی محنت شاقہ کی کمائی بدر کے میدان میں لا کر رکھ دی تھی اور پھر دعا کے لیے دست مبارک اٹھائے۔ "اے اللہ میں نے اپنی ۱۵ سال کی کمائی اس میدان میں لا کر رکھ دی ہے اگر آج یہ ہلاک ہوگئے تو قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا "

چناں چہ بدر میں اللہ کی مدد آئی فرشتوں کا نزول بھی ہوا۔ لیکن تب آئی جب خسران انسانی کے سب سے بڑے شاہد نے یہ مناظر دیکھے کہ اگر باپ توحید کا علمبردار ہے تو بیٹا شرک کی حمایت میں تلوار اٹھا رہا ہے، بھانجا اسلام کے لیے جان نچھاور کرنے کو تیار ہے تو ماموں کفر وشرک کی سربلندی کے لیے اس کا مدمقابل! اور پھر آسمان نے یہ ناقابل یقین منظر بھی دیکھا کہ حق وباطل کی اس کشاکش نے باپ اور بیٹے کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا۔ بیٹا سعادت مندی سے مجبور ہو کر اور اس امید میں کہ شاید اب بھی باپ کو بات سمجھ آجائے طرح دیتا رہا لیکن جلد ہی بیٹے کو احساس ہوا کہ یہ سعادت مندی کہیں اسلام کے لیے باعث نقصان نہ بن جائے۔ چنانچہ بیٹے کی تلوار یک بارگی چمکی اور باپ کا سر دھڑ سے جدا ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ جب بدر سے واپس آئے تو آسمان سے فرمان الٰہی کا نزول ہوا (ترجمہ)

تم کبھی نہ پاؤ گے کہ وہ لوگ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبّت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے دامن

میں نہریں بہتی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے۔ وہ اللہ کی جماعت ہیں۔ خبر دار رہو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔" (سورہ مجادلہ: آیت 22)

آسمان سے اس فرمان الٰہی کے نزول پر نبی مکرم ﷺ کا رخ انور کھل اٹھا اور آپ ﷺ نے بڑی محبّت و شفقت کے ساتھ لمبے قد، سڈول جسم اور چھدری داڑھی والے سنجیدہ مزاج شخص کی طرف دیکھا، گویا کہ اس آسمانی سند کی تصدیق فرمادی۔

صحابہ کرامؓ بھی بہت خوش ہوئے اور اس شخص کو مبارکباد دی، اس شخص کا ردعمل ظاہر کررہا تھا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کی خوشی میں خوش ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے بدر کے معرکہ میں اپنے کافر باپ کو قتل کیا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کی یہ آسمانی سند جس ہستی کو حاصل ہوئی وہ ہستی ہیں فداکار رسول ﷺ، فدائے اسلام، فاتح شام و فلسطین، امین الامت، ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔ جوان بلند بخت ہستیوں میں شامل ہیں جن کو لسان رسالت ﷺ سے جنت کی بشارت عطا ہوئی۔ ۹ ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کے بعد اس نے خراج کی ادائیگی پر رضامندی ظاہر کردی اور درخواست کی کہ کوئی امین شخص ان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔

اللہ کے نبی مکرم ﷺ کی نظر گوہر شناس جس ہستی پر رکی اس ہستی کا تعارف آپ ﷺ نے اہل نجران سے ان الفاظ میں کرایا "یہ ابو عبیدہ بن الجراح ہیں اور اس امت کے امین ہیں" یہ تمھارے ساتھ جائیں گے۔ لسان رسالت ﷺ سے مرحمت کردہ یہ لقب ہمیشہ کے لیے ابو عبیدہؓ کے نام کا جزو بن گیا اور وہ تاریخ اسلام میں امین الامت کے نام سے مشہور ہوئے۔ سیدنا عمرؓ اپنے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انھیں بلا تردّد خلیفہ نامزد کردیتا اس لیے کہ وہ اس امت کے امین تھے ان سے کسی خیانت کا اندیشہ نہیں تھا۔ ابو عبیدہؓ ہجرت نبوی ﷺ سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے مکّہ کے عام متوسط گھرانوں کے بچوں کی طرح پرورش و تربیت ہوئی۔ فنون سپہ گری میں مہارت حاصل کی اور تجارت کو بطور پیشہ اختیار کیا۔ آپؓ ان سلیم الفطرت ہستیوں میں شامل تھے جنھوں نے قبول اسلام سے پہلے بھی کبھی کسی بت کو سجدہ کیا، نہ کبھی شراب کو ہاتھ لگایا اور نہ ہی کبھی ان اعمال قبیحہ میں ملوث ہوئے جو اس معاشرے کا معمول تھے۔ آپؓ کا اصل نام عامر تھا لیکن اپنی کنیت ابو عبیدہ کے نام سے مشہور ہوئے، باپ عبداللہ کو چونکہ خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا لہذا کنیت میں باپ کی جگہ دادا جراح کا نام لگایا۔ سلیم الفطرت ہستیوں کی صحبت سلیم الفطرت ہستیوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے آپؓ کا اٹھنا بیٹھنا سیدنا ابو بکرؓ کے ساتھ تھا، انھی کی دعوت پر انیتس سال کی عمر میں اسلام سے سرفراز ہوئے۔ شرف اسلام کی سعادت میں آپؓ نویں مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھتے ہی دوسرے مسلمانوں کی طرح آپؓ نے بھی ہر قسم کی آزمائش، شدائد، مصائب و ابتلا کا نہایت صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پہلی ہجرت آپؓ نے مکہ سے حبشہ کی طرف کی پھر جب مدینے کی طرف عام ہجرت کا حکم ہوا تو مدینے تشریف لائے اور اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں اللہ کے نبی کریم ﷺ اور اسلام کے لیے وقف کردیں۔ وہ سابقون الاولون مہاجر صحابہ میں سے تھے بدر، احد، خندق، خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ، طائف حنین، تبوک ہر غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے دست و بازو رہے۔ بدر میں اپنے ہاتھ سے کافر باپ کو قتل کیا۔ احد میں جب مسلمانوں کو وقتی شکست ہوئی اور لشکر اسلام میں افرا

تفرقی پھیلی تو جو صحابہ ثابت قدم رہے ان میں آپؓ بھی شامل تھے۔ کفار کے ہجوم سے جب نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے اور زرہ کی کڑیاں رخسار مبارک میں گڑ گئیں تو آپؓ نے اپنے دانتوں سے کھینچ کر وہ کڑیاں نکالیں جس سے آپؓ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ابو عبیدہؓ کو جنت کی بشارت دی۔ بعد کی زندگی میں اس واقعہ کو اپنے لیے سب سے بڑی سعادت اور وجہ نجات سمجھتے رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی معیت کا شرف حاصل رہا، گویا کہ نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی کے آخری ایام تک حاضر خدمت رہے اور جو ذمہ داری بارگاہ رسالت سے تفویض ہوئی اسے انتہائی احسن طریقے سے نبھایا۔ لیکن کبھی ارادتاً خود کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آپؓ بڑے منکسر المزاج اور صابر طبیعت بزرگ تھے جن سے نبی اکرم ﷺ ہمیشہ خوش رہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے موقع پر اس وقت انتہائی تشویشناک صورت حال پیدا ہوئی جب انصار نے اپنے میں سے خلیفہ منتخب کرنا چاہا جب کہ ابھی نبی کریم ﷺ تجہیز و تکفین بھی نہ ہوئی تھی۔ اس نازک موقع پر آپؓ نے معاملے کو سلجھانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں فتنہ ارتداد کو کچلنے میں جناب صدیق اکبرؓ کا بھرپور ساتھ دیا۔ شام و فلسطین کی مہمات میں سپہ سالار مقرر کیے گئے اور عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کا دور فتنوں کو ختم کرنے اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا دور ہے، آنجنابؓ کے بعد سیدنا فاروق اعظم کا دور فتوحات اور ملکی نظم و نسق کو مستحکم کرنے کا دور ہے۔ سیدنا عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کو شام کا گورنر مقرر فرمایا، آپؓ نے انتظام حکومت کے ساتھ دعوت اسلام پر خصوصی توجہ کی اور عیسائیوں کی ایک بہت بڑی تعداد آپؓ کی دعوت سے مسلمان ہوئی۔ ۱۸ ہجری میں شام و عراق میں طاعون کی شدید وبا پھیل گئی اور تقریباً پچیس ہزار مجاہدین اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ سیدنا عمرؓ کو خبر ملی تو آپؓ فوراً مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سرغ کے مقام پر سیدنا ابو عبیدہؓ نے ان کا استقبال کیا۔ مشاورت کے بعد سیدنا عمرؓ نے اعلان کروایا کہ فی الحال یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانا چاہیے۔ ابو عبیدہؓ نے بڑے بیباکانہ انداز میں کہا "اے عمر تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو" انھوں نے فرمایا ہاں "تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی ہی کی طرف بھاگتا ہوں"۔ مگر سیدنا ابو عبیدہ وہیں ٹھہرے رہے۔ مدینہ واپسی کے بعد بھی سیدنا عمرؓ نے ان کو بلانا چاہا لیکن تقدیر پر صابر و شاکر ابو عبیدہؓ نے انکار کر دیا اور اٹھاون سال کی عمر مبارک میں طاعون کے مرض میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے معاذ بن جبلؓ کو قائم مقام مقرر کیا اور انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس موقع پر سیدنا معاذ بن جبلؓ نے فرمایا "ابو عبیدہؓ آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جو زمین میں نہایت عاجزی اور انکساری سے چلتے ہیں، اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں اور اس کے لیے راتوں کو کھڑے رہتے ہیں۔ آپ نے ساری عمر اعتدال کے ساتھ گزاری۔ آپ یتیموں کے نگراں اور مسکینوں پر رحیم تھے۔ متکبر اور مغرور لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے اور عوام سے محبت و نرمی سے پیش آتے تھے۔ مسلمانوں آج تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا جس کی مانند میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ وہ تم سب سے زیادہ نمود و نمائش سے بری تھے۔ سادگی اور قناعت ان کا زیور تھا۔ وہ مسلمانوں کے انتہائی خیر خواہ تھے۔ پس تم ان کے لیے زیادہ سے زیادہ رحمت کی دعا مانگو۔ آئندہ کوئی ان کی مانند تمہارا امیر و سپہ سالار نہ ہوگا"

اللہ تعالی سیدنا ابو عبیدہؓ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے (آمین)

ماخذ:

عشرۂ مبشرہ از بشیر ساجد

ترقی

شاہنواز فاروق

چیف ایڈیٹر، روزنامہ جسارت، کراچی

ترقی کہنے کو ایک لفظ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک نظریہ ہے۔ ایک عقیدہ ہے۔ اگرچہ ترقی کا موجودہ تصور جدید مغرب کی پیداوار ہے اور جدید مغرب مذہب کو نہیں مانتا لیکن اس نے ترقی کے تصور کو ایک ''مذہب'' بنادیا ہے۔ ترقی کے تصور اور مغرب کے باہمی تعلق کا معاملہ اتنا اہم ہے کہ اردو ادب کے سب سے بڑے نقاد محمد حسن عسکری نے کہیں لکھا ہے کہ جدید مغرب کی پوری روح لفظ ''ترقی'' میں بند ہے۔ لیکن یہ مسئلہ اب صرف مغرب تک محدود نہیں۔ ترقی کے تصور نے ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے کہ پوری دنیا ترقی کے مادی تصور پر نہ صرف یہ کہ ایمان لے آئی ہے بلکہ اس نے اسے اپنی زندگی کا محور بنالیا ہے۔ چناں چہ ''مسٹر'' ہوں یا ''مولانا''، مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، سب ترقی کرنا چاہتے ہیں اہم اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ترقی کرنے والوں اور ترقی کا خواب دیکھنے والوں کی اکثریت کو ترقی کے معنی اور اس کے ممکنات و مضمرات کا شعور نہیں ہے۔

مغرب میں ترقی کا تصور اتنا اہم ہے کہ وہاں اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ ان کتب کی اہم بات یہ ہے کہ چوں کہ مغرب ترقی کے مادی تصور پر پوری طرح ایمان لایا ہوا ہے۔ اس لیے اس کے مفکروں اور دانش وروں کی بڑی تعداد نے مادی ترقی کو ایک ''تاریخی تصور'' کے طور پر لیا ہے اور اپنی کتب میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ترقی کا تصور اتنا ہی پرانا ہے جتنی خود مغرب کی تاریخ۔ مثال کے طور پر مغرب کے ممتاز فلسفی زینوفین کا ایک فقرہ مغرب میں ترقی کے حوالے سے پہلے بیان کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ زینوفین نے کہا تھا دیوتاؤں نے ابتدا میں انسان کو تمام باتیں نہیں بتائی تھیں۔ تاہم انسان نے اپنی کوشش سے رفتہ رفتہ اس چیز کو پالیا جو اس کے لیے بہتر تھا۔ اس سلسلے میں افلاطون کا یہ بیان بھی نقل کیا جاتا ہے کہ تغیر ایک لمحے میں واقع نہیں ہوا بلکہ اس کے وقوع پزیر ہونے میں طویل عرصہ لگا اور انسان نے ''رفتہ رفتہ'' قدم آگے بڑھائے۔ لیکن مغرب میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے صاف کہا ہے کہ ترقی کا موجودہ تصور حال کی چیز ہے اور ماضی کے لوگوں کو ترقی کا شعور نہیں تھا۔ والٹر بیچ ہاک نے 1872ء میں لکھا کہ عہد قدیم کے لوگوں کو مادی ترقی کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ جے بی بری نے کہا ہے کہ یونانی اور رومن تہذیب میں ترقی کا تصور موجود نہ تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی اور رومی تاریخ کے دائروی یا cyclical تصور پر یقین رکھتے تھے۔ اس تصور کے تحت تاریخ خود کو دہراتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس ترقی کے مادی تصور کے مطابق ترقی کے مادی تصور کی بنیاد ایک دائرے میں سفر کے بجائے خط مستقیم میں سفر کرنے کے خیال پر رکھی ہوئی ہے۔ اس تصور کے تحت تاریخ سیدھی لکیر کی صورت میں مسلسل آگے کی طرف سفر کر رہی ہے اور یہی ترقی ہے۔

مغربی دنیا کے دانش وروں کے مطابق ترقی کے تصور نے 1750ء سے 1900ء کے درمیان بے انتہا فروغ پایا۔ یہاں تک کہ ترقی کا تصور مغربی تہذیب کا مرکزی خیال بن گیا۔ اس عرصے میں اگرچہ مساوات، سماجی انصاف اور عوام کے اقتدارِ اعلیٰ کے تصورات نے بھی اہمیت حاصل کی لیکن ترقی کے تصور نے ان تمام تصورات کے لیے ایک ''تناظر'' کا کردار ادا کیا۔

تاہم مغرب میں ایسے دانش ور بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ تاریخ خطِ مستقیم یا سیدھی لکیر کی صورت میں نہیں بلکہ ایک دائرے کی صورت میں سفر کررہی ہے۔ مگر ان دانش وروں کے یہاں تاریخ کے دائروی یا cyclic تصور کا عجیب و غریب مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جان گرے نے کہا ہے کہ حکومت اور معاشرتی نظام کی ترقی حقیقی مگر بحیثیت مجموعی عارضی ہے۔ جان گرے کے مطابق ہماری مادی ترقی ماضی کا قصہ بن سکتی ہے۔ بلکہ ایسا ہونے کا امکان نہ ہونے کے امکان سے زیادہ قوی ہے۔ چناں چہ جان گرے کے مطابق نہ تو کچھ بہتر ہو رہا ہے اور نہ بد تر بلکہ ہم تاریخ کے ایک ایسے دائرے میں پھنس کر رہ گئے ہیں جہاں ترقی اور تنزل دائمی طور پر خود کو دہرا رہے ہیں۔ چناں چہ جان گرے کے نزدیک تاریخ خطِ مستقیم میں سفر کرنے کے بجائے ایک دائرے کی صورت میں حرکت کررہی ہے۔

لیکن تاریخ کا دائروی تصور اپنی نہاد میں ایک مذہبی تصور ہے اور مذہبی تصور کے دائرے میں اصل چیز مادی ترقی نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی ترقی ہے۔ چناں چہ تمام مذہبی تہذیبوں بالخصوص اسلامی تہذیب میں ترقی کی معراج یہ ہے کہ وہ عارف باللہ بن جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنا سیکھ لے۔ مولانا رومؒ نے کہا ہے کہ تہذیب کی اصل انسان کا احترام ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو مغربی تہذیب ترقی کے بجائے تنزلی کی علامت ہے۔ اس لیے کہ اس تہذیب میں خدا اور بندے کے تعلق اور اس کی غیر معمولی اہمیت کا کوئی تصور موجود نہیں۔ بلاشبہ مغربی تہذیب نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کمال کرکے دکھایا ہے لیکن مغربی دنیا کے عظیم مورخ آرنلڈ ٹوائن بی نے کہا ہے کہ ٹیکنالوجی کی ترقی اور اخلاقی زوال میں ایک ربط باہمی پایا جاتا ہے یعنی جب کوئی تہذیب یا معاشرہ تکنیکی طور پر ترقی کرتا ہے تو اس میں لازماً اخلاقی زوال رونما ہوکر رہتا ہے۔ مغرب میں یہی ہوا ہے۔ چناں چہ مغرب کی ترقی اپنی ضد بن گئی ہے۔ مغرب ایک جانب مادے کے رازوں کے انکشاف کی سب سے بڑی علامت بن گیا ہے اور دوسری جانب وہ دنیا میں جبر و استبداد اور اخلاقی زوال کا سب سے بڑا استعارہ بن گیا ہے۔ چناں چہ مغرب کی ترقی آپ اپنی ضد بن گئی ہے۔ مغرب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اپنے لیے آزادی اور باقی دنیا کے لیے غلامی کا خواہش مند ہے۔ اس کے رہنماؤں کے نزدیک انسانی حقوق کا حق دار صرف مغربی دنیا کا انسان ہے اس لیے کہ صرف مغربی دنیا کا انسان ہی ''آدمی'' کہلانے کا مستحق ہے۔ مغرب کی مادی ترقی کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ مغرب میں مادی ترقی انسانی تعلق کی سب سے بڑی قاتل بن گئی ہے اور اس نے انسان کے تمام بنیادی رشتوں کو توڑ دیا ہے یا انتہائی کمزور کرکے غیر انسانی بنا دیا ہے۔ مغرب کی مادی اور تکنیکی ترقی انسان کے ساتھ کیا کررہی ہے اس کا اندازہ چارلی چپلن کی مشہور زمانہ فلم Modern Times سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ چارلی چپلن کی یہ فلم کہنے کو ''مزاحیہ'' ہے لیکن اس کی بنیاد فلسفیانہ ہے اور ہر پڑھے لکھے انسان کے ذہن پر اس کا اثر ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کسی اعلیٰ فلسفیانہ مضمون کا ہوتا ہے۔ چارلی چپلن کی اس فلم میں ترقی کا المیہ پہلو پوری طرح نمایاں ہوکر سامنے آتا ہے۔

ترقی کے سلسلے میں مغربی مفکرین کی آرا بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ نٹشے کے بقول ترقی ایک نیا جھوٹا خیال یا idea ہے۔ نٹشے کے مطابق آج کے یورپی باشندے نشاۃ ثانیہ کے یورپی باشندوں سے کمتر ہیں۔ چناں چہ نٹشے کے مطابق آگے بڑھنے کا مطلب قدم بہ قدم زوال کی طرف بڑھنا ہے۔ میکس ویبر کے مطابق مغربی انسان کی ''عقل پرستی'' نے اس کی روح کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس نے کئی دہائیوں پہلے کہا تھا کہ ہمارا مستقبل موسم بہار نہیں، قطب شمالی کی برفانی سیاہ رات کی سختی ہے۔ ارنیسٹ ایتان نے اس مسئلے کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایسی منظم ''انا پرستی'' مغرب کا مقدر ہے جو محبت اور جاں نثاری کی جگہ لے لے گی، میکس نورداؤ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ مغرب کا انسان حیاتیاتی زوال کی زد میں آچکا ہے جس سے تنزل اور ثقافتی سفاکیت کو فروغ حاصل ہوگا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مغربی دانش وروں کے نزدیک ترقی کے تصور کا مستقبل کیا ہے؟

رابرٹ نسبت نے اپنی تصنیف The History of Idea of Progress میں اس سوال کا جواب دیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مغرب میں ترقی کے تصور کی بنیاد پانچ نکات پر تھی۔

(1) ماضی کی قدر و قیمت پر یقین۔

(2) مغربی تہذیب کی نجابت بلکہ برتری پر ایمان۔

(3) معاشی اور تکنیکی ترقی کی قدر و قیمت کی قبولیت۔

(4) عقل اور اس علم پر ایمان جو صرف عقل مرکز ہے۔

(5) روئے زمین پر انسانی زندگی کی قدر و قیمت پر یقین۔

رابرٹ نسبت نے اپنی کتاب کے ایک پورے باب میں دکھایا ہے کہ مغرب میں ان تمام تصورات پر گہرے شکوک و شبہات کا اظہار کیا جاچکا ہے۔ رابرٹ نسبت کے بقول اگر مغرب کے دانش وروں اور عوام کی اکثریت کو ایک بار پھر مذکورہ بالا تصورات کی اہمیت اور درستی پر قائل کرلیا جائے تو ترقی کا تصور زندہ رہ سکتا ہے ورنہ یہ تصور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا ہو سکتا ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ مغرب میں ترقی کا تصور مر بھی گیا تو بہت سی غیر مغربی اقوام اسے آگے بڑھادیں گی۔ اس لیے کہ ترقی کا مغربی تصور مغرب سے مشرق منتقل ہو چکا ہے۔

مشرق میں جاپان، چین، کوریا اور ہندوستان ترقی کی بہت بڑی علامت بن کر سامنے آچکے ہیں۔ جہاں تک مسلم دنیا کا تعلق ہے تو پوری اسلامی دنیا کی رال ترقی کے مغربی تصور پر ٹپک رہی ہے۔ ایک مسلم ملک ترقی میں امریکا بننا چاہتا ہے، دوسرا مسلم ملک یورپ کو اپنے لیے رہنما سمجھتا ہے۔ بہت سے مسلم ملکوں میں ترقی کا چینی ماڈل آنکھوں کو خیرہ کررہا ہے۔ بہت سے لوگ اس طرح کی باتیں پڑھتے اور سنتے ہیں تو وہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا اسلام مادی ترقی کے خلاف ہے۔ اس سوال کا جواب واضح ہے۔ اسلام مادی ترقی کے خلاف نہیں۔ البتہ اسلام مادی ترقی کو مثالیہ یا Ideal بنانے کے

سخت خلاف ہے۔ دیکھا جائے تو مغرب کا جرم مادی ترقی نہیں مادی ترقی کو Ideal بلکہ مذہب بنادینا ہے۔ جس مسلم معاشرے میں مادی ترقی Ideal ہو یا وہ مذہب کے طور پر لی جارہی ہو وہ معاشرہ ہرگز اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ خواہ وہ معاشرہ مکے اور مدینے کا معاشرہ ہی کیوں نہ ہو۔ (بشکریہ: روزنامہ جسارت)

نعیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی اہلیہ محترمہ سے خطاب

تمہارے تن کو لباسِ حریر مل نہ سکا
اٹھارہ سال یونہی حسرتوں میں بیت گئے
تمہارے واسطے ساٹن کا سوٹ سِل نہ سکا
بساطِ زر پہ کئی لوگ کھیل جیت گئے
گلہ کرو، نہ کرو، یہ صبر و ضبط محبت بھرا تکلف ہے
مری نظر میں تم اک شکوہِ مجسم ہو
نہ کوئی آہ نہ وائے، نہ حیف نہ اُف ہے
تم اپنے ذوق کا اک مرثیہ ہو، ماتم ہو
سہیلیوں کے تمہارے قہقہے ستاتے ہیں
پڑوسنوں کے یہی ٹھاٹھ چھیڑ جاتے ہیں
تمہارے دل میں جو اُٹھتی ہیں رشک کی لہریں
تو کتنے ذوق ہیں جو پیچ و تاب کھاتے ہیں
یہ ساڑیاں ، یہ غرارے ، یہ سینڈلیں ، یہ نقاب
یہ انگیائیں، یہ موباف اور بنیانیں
یہ خوشبوؤں کے بگولے ، یہ پوڈروں کے سراب
کہاں سے آتے ہیں ، کس مول آپ کیا جانیں
گرہ کٹوں کی عفونت بھری کمائی کے
مظاہرے ہیں جو پوری طرح سے عریاں ہیں
اگر میں چاہوں تو ظلم و ستم کی منڈی میں
ضمیر بیچ کے دولت کماکے لے آؤں
میں کاٹ کاٹ کے افلاس و ضعف کی جیبیں
تمہارے واسطے سکے اڑاکے لے آؤں
حریم سادہ دلی میں نقب زنی کرکے
ہزار عیش کے ساماں چراکے لے آؤں
دماغ پاس ہے اس کو کرائے پر دے کر
میں ایک جنت راحت سجاکے لے آؤں
اگر میں چاہوں تو اک جنبشِ قلم کے طفیل
طلاوسیم کے دریا بہاکے لے آؤں

مگر یہ سوچ تو لو

مرے ضمیر کی جب روح کرگئی پرواز
تو ایک لاش کو بن ٹھن کے کیا دکھاؤ گی
مری خودی جو گنوادے حیات کے انداز
تو کیسے پیکر لحمی سے دل لگاؤ گی
تم اک ذلیل سے سوداگر ہو اس کے لیے
پھر احترام کا جذبہ کہاں سے لاؤ گی
وہ حق فروش جو گرجائے اپنی نظروں سے
تم اپنی آنکھوں پہ کیسے اسے بٹھاؤ گی

کاش کہ۔۔!

راحیل گوہر صدیقی

مسئول شعبہ تصنیف وتالیف، قرآن اکیڈمی، یٰسین آباد

کاش کہ میں نے ایسا نہ کیا ہوتا، کاش فُلاں نے میرے ساتھ دھوکہ نہ کیا ہوتا، کاش یوں ہوتا تو یوں نہ ہوتا۔کاش میں نے اپنے ذہن کو استعمال کیا ہوتا، کاش میں فُلاں کی چالبازیوں کو بروقت سمجھ جاتا! یہ لفظِ "کاش" آدمی کی ان محرومیوں، ناکامیوں اور حسرتوں کا افسوسناک اظہار ہے جو دنیا میں تشنہ رہ جاتی ہیں۔ کبھی ذہن میں یہ خیال بھی کلبلاتا ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔بسا اوقات انسان کو اپنی زندگی کا مقصد ہی سمجھ نہیں آتا کہ آخر وہ اس جہاں فانی میں بھیجا کیوں گیا ہے؟ وہ سوچتا ہے کیا میرے نہ آنے سے یہ دنیا ادھوری رہ جاتی ہے؟ یہ فاسد خیالات دل میں آنے کی ایک وجہ ہوتی ہے اپنی زندگی کے وجود کا شعور نہ ہونا اور دوسرے امیدوں، تمناؤں اور حسرتوں کا ایک ہجوم اپنی ذات میں لیے پھرنا، جن کا پورا ہونا اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے۔انسان ان ہی باغیانہ خیالات میں سرگرداں رہ کفِ اِفسوس ملتا رہتا ہے۔

رسول مکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور کمزوری مت دکھاؤ، اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو یہ مت کہو،

"کاش میں اگر ایسا کرلیتا تو یہ نقصان نہ ہوتا، بلکہ یوں کہو کہ اللہ کی تقدیر میں جو تھا اور جو اس نے چاہا وہ ہوا، بے شک کاش کا لفظ شیطان کے کام کو کھول دیتا (آسان بنادیتا) ہے۔" (صحیح مسلم)

اکثر انسان اپنی کوتاہیوں، اپنی کمزوریوں اور ناکامیوں کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراتا ہے، تذبذب اور تردد کے گرداب میں ہی پھنسا رہتا ہے اور کوئی ٹھوس اور مثبت قدم نہیں اٹھاتا۔بقولِ حفیظ جالندھری،

ارادے باندھتا ہوں، سوچتا ہوں، توڑ دیتا ہوں

کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے

یہ جب ہی ہوتا ہے جب انسان دنیا کے سود وزیاں کو سمجھ نہیں پاتا۔اس پہلو سے اگر دیکھیں تو ہم خود اپنے متعلقین کی بہت سی حسرتوں اور خواہشوں کو پورا نہیں کرپاتے۔ہمارے بچے ہم سے ان چیزوں کی امید لگا بیٹھتے ہیں جن کو پانے کی تمنائیں ان کے دل میں مچل رہی ہوتی ہیں، لیکن کچھ دنیوی نقصانات کے تحت اور کچھ اپنے وسائل کی کمی کے باعث ہم اپنے بچوں کی ہر خواہش پوری نہیں کرپاتے۔ مگر اللہ کے لیے تو اس کا تصور بھی ممکن نہیں کہ وہ انسان کی حاجات کو پورا کرنے میں بے بس ہو، وہ تو قادر مطلق ہے، دنیا کی ہر شے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ غالب اور

حکمت والا ہے۔اگرانسان کی کوئی خواہش یا تمنا پوری نہیں ہو پا رہی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا پورا ہونا خود اس کے لیے بہتر اور سود مند نہیں ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ؁

" عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو،اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو،اور (اصل حقیقت تو) اللہ جانتا ہے،اور تم نہیں جانتے۔" (سورۃ البقرہ:216)

قناعت اور راضی برِضا رہنا ایسا حسن عمل ہے جو انسان کو کبھی زندگی کے نشیب وفراز میں مایوس نہیں ہونے دیتا۔اس بات کا یقین دل میں رکھنا کہ جو رزق اللہ نے میرے نصیب میں لکھ دیا ہے وہ مجھے ہر حال میں مل کر رہے گا، نہ اسے مجھ سے کوئی چھین سکتا ہے اور نہ اس میں ذرہ بھر کمی کر سکتا ہے اور نہ کسی ذریعے سے میرے رزق میں کوئی اضافہ کر سکتا ہے۔اگرچہ رزق میں اضافہ کے لیے یا زندگی میں خوشحالی لانے کے لیے جدوجہد کرنا کوئی معیوب بات نہیں ہے،انسان کو خوب سے خوب تر کی تلاش میں لگے رہنا چاہیے، مگر دل میں یہ سوچ لینا کہ جس مقصد کے حصول کے لیے میں تگ ودو کر رہا ہوں وہ مجھے ہر حال میں حاصل ہو کر ہی رہے گا یہ غلط سوچ کی علامت ہے۔

زندہ اور متحرک فرد تمام تر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود اپنی ہمت اور عزم وحوصلے سے کام لے کر آگے کی جانب اپنا سفر جاری رکھتا ہے ، ناکام لوگوں میں عزم وہمت کا فقدان ہوتا ہے جب کہ کامیاب لوگوں کو اللہ نے مومن کہا ہے۔ جنہیں اللہ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے اور ان کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل ہوتے ہیں وہ اک دن ضرور کام یاب ہوتے ہیں۔اسلام کا منشا یہ ہے کہ وہ مومن بن کر مسلسل جدوجہد اور عملِ صالح کرتا رہے اور دنیا کو بہتر بنانے کے ساتھ اپنی آخرت کی بہتری کی فکر کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دے، کیوں کہ اس دنیا کے سفر کا اختتام آخرت ہی ہے۔

اس دنیا کی ناکامی اور کامیابی عارضی ہے، سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، یہاں نہ کسی عمل کی پوری جزا مل سکتی ہے اور نہ سزا،اس لیے کہ یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں۔انسان اپنے اعمال کے فوری نتائج کا متوقع رہتا ہے، شاید وہ یہ نہیں جانتا جزا کے عمل میں تاخیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی مہلت مل جائے اور بلاشبہ اللہ کے قانون میں اس کی رحمت وشفقت کے دریا پنہاں ہیں۔ہم شکوہ کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں فوراً قبول نہیں ہوتیں لیکن اس پر غور نہیں کرتے کہ ہماری خطاؤں پر بھی تو وہ فوراً گرفت نہیں کرتا۔اگر اللہ ہمارے لیے ہر فیصلہ عجلت میں کرنے لگے تو ہماری بداعمالیوں کا کیا بنے گا؟ عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر جزا فوری دی جائے تو پھر سزا بھی فوری ملے،اس میں بھی کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔

مثبت سوچ اور صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ انسان حتی المقدور سعی وجہد ضرور کرے مگر اس کا نتیجہ اللہ کی مرضی پر چھوڑ دے۔کیوں کہ اصل

فاعلِ حقیقی وہی ذاتِ خداوندی ہے وہ انسان کے ہر عمل اور اس کی ہر کوشش کو نتیجہ خیز بنادے گا۔ اور اسی طرح جب چاہے اور جتنا چاہے گا رزق میں اضافہ کردے گا اور اگر اس کی مرضی ہوگی تو وہ جو رزق بندے کو دے رہا ہے اس میں بھی قدرے کمی کردے گا۔ اس لیے کہ وہ مختارِ کل ہے، مطلق العنان ہے۔ اگرچہ کسی کا رزق کم کرنے سے نہ اس کے خزانوں میں کوئی اضافہ ہوگا اور نہ رزق میں فراوانی کرنے سے اس میں کوئی کمی واقع ہوگی۔ انسان کے رزق میں کمی بیشی تو اس کے لیے اس دنیا میں آزمائش ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے تصرف میں جو کچھ بھی اللہ نے دے رکھا ہے یا دے کر واپس لے لیا ہے وہ سب آزمائشوں کے ہی مختلف پہلو ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؕ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ﴿۱۶﴾

"انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے اور اسے انعام واکرام سے نوازتا ہے، تو وہ کہتا ہے "میرے پروردگار نے میری عزت کی ہے۔" اور دوسری طرف جب اسے آزماتا ہے اور اس کے رزق میں تنگی کرتا ہے تو کہتا ہے کہ "میرے پروردگار نے میری توہین کی۔" (سورۃ الفجر:15-16)

جب کہ ہرگز ایسا نہیں ہے، آسودگی اور تنگی دونوں انسان کی دیگر آزمائشوں کی طرح آزمائش ہی ہوتی ہے۔ لیکن انسان ہر چیز اور ہر واقعہ کو اپنے پیمانوں سے ہی ناپتا ہے۔ اسی لیے حیران وپریشان رہتا ہے اور بے سکونی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ انسان نہ اپنی مرضی سے اس دنیا میں آیا ہے نہ اپنی مرضی سے اس دنیا سے جائے گا۔ اگر وہ کچھ کام اپنی خواہش کے مطابق کرلیتا ہے تو اس میں بھی اللہ کا اذن شامل ہوتا ہے۔ موت اس دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ جب کسی کے یہاں سے جانے کا وقت آپہنچتا ہے تو بڑے سے بڑا طبیب اور مسیحا اس کی ٹوٹتی سانسوں اور ڈوبتی نبضوں کو بحال کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ بقولِ اکبر الہ آبادی:

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبر

کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

شدت پسندی انسان میں عدم توازن کا رجحان پیدا کرتی ہے۔ اعتدال اور توازن پر کاربند شخص زندگی کے کسی مرحلے پر بھی شدت پسند نہیں ہوسکتا۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کا پیغام اسی کے گرد گھومتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعتدال اور توازن ہی حیاتِ انسانی کا اصل حسن ہے۔ اسی کے ذریعے سے ہماری زندگی کامیابی سے بسر ہوسکتی ہے اور اسی پر ہماری اخروی اور دائمی زندگی کا دارومدار ہے۔ جو اپنے رب کے فیصلے پر راضی ہوگیا وہی مومن کے مقام تک پہنچ گیا اور جو تذبذب اور تشکیک کی وادیوں میں بھٹکتا رہا وہ راندۂ درگاہ ہوگیا۔

محرم الحرام (فضائل و مسائل)

عاطف محمود

ناظم تعلیم قرآن اکیڈمی، یٰسین آباد

محرم الحرام کے فضائل:

محرم الحرام کا مہینا اسلامی سال کا پہلا مہینا ہے نیز یہ مہینا حرمت والے مہینوں میں شامل ہے چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورۃ التوبہ 36)

ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے۔ جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی دین (کا) سیدھا سادہ (تقاضا) ہے، لہٰذا ان مہینوں کے معاملے میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو''۔

مذکورہ آیت میں اللہ رب العزت نے چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا ہے۔ حرمت والے مہینوں کا مطلب ہے کہ جو عظمت والے ہیں، انتہائی مقدس ہیں نیز ان مہینوں میں جنگ وجدال وغیرہ ناجائز ہے اسی طرح ان مہینوں کی خصوصی اہمیت یہ ہے کہ ان مہینوں میں نیک اعمال کا اجر وثواب بڑھ جاتا ہے اسی طرح ان مہینوں میں گناہوں کا وبال وعذاب بھی بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ آیت میں فرمایا گیا کہ ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اس سے مراد ہے کہ ان مہینوں میں خصوصی طور پر گناہوں سے بچو کیونکہ گناہ کرنا بھی اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے۔ نیز گناہ کر کے انسان اللہ کے غضب کا شکار ہوتا ہے اور جہنم کا مستحق بن سکتا ہے لہٰذا اس سے بڑا اور ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی گناہ کر کے جہنم میں چلا جائے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان المعصیۃ فیھا اشد عقابا و الطاعۃ فیھا اکثر ثوابا''

''ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کا عذاب بڑھ جاتا ہے نیز ان مہینوں میں نیک اعمال کا اجر و ثواب بھی بڑھ جاتا ہے''

جیسا کہ ہم یہ بات جانتے ہیں تمام دن رات اور مہینے اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں اور دیکھا جائے تو ان میں اعمال کا اجر وثواب یا عقاب وعذاب یکساں رہنا چاہیے لیکن بعض دنوں، اوقات اور جگہوں کو اللہ رب العزت نے بقیہ دنوں، اوقات اور جگہوں کے مقابلے میں خصوصی فضیلت سے نوازا ہے۔ مثال کے طور پر مسجد میں نماز ادا کرنا گھر میں نماز ادا کرنے کے مقابلے ستائیس گنا زیادہ اجر کا باعث ہے اسی طرح مسجد نبوی ﷺ میں یہ اجر مزید بڑھ جاتا ہے اور مسجد حرام میں نماز ادا کرنا اس سے بھی زیادہ اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اسی طرح ان جگہوں میں گناہوں کا وبال بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی پر دنوں اور راتوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بعض دنوں اور راتوں کو بقیہ دنوں اور

راتوں پر خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ یہ حرمت والے مہینے کون سے ہیں ان کا جواب ہمیں حدیث سے مل جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان حرمت والے مہینوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اس حالت پر آ گیا جس پر آسمان و زمین کے پیدا کیے جانے کے وقت تھا۔ سال میں بارہ مہینے ہیں۔ تین مسلسل ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک مضر قبیلہ کا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے" (بخاری)

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ ماہ محرم الحرام ان حرمت والے مہینوں میں شامل ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مشرکین مکہ بھی ان حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے تھے اور ان مہینوں میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت گری سے باز رہتے تھے البتہ اگر کبھی لڑائی کی شدید ضرورت پیش آ جاتی تو حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے اور اپنا مقصد بھی حاصل کر لیا کرتے تھے گویا لڑائی بھی کر لی اور حرمت والے مہینوں کا بھی پاس رکھا۔ جس سال آپ ﷺ نے حجۃ الوداع فرمایا اس وقت حجۃ الوداع ہی کا مہینا تھا اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ اپنی اصل حالت پر واپس آ گیا۔

محرم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اسلامی سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے لہذا اگر کوئی شخص سال کے آغاز میں اطاعت وفرماں برداری کرے گا تو سال کے بقیہ دنوں میں بھی اللہ رب العزت اسے عبادت واطاعت کی توفیق دے گا"۔

گویا ان بابرکت مہینوں میں جو شخص عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق ہوتی ہے اور جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے تو سال کے بقیہ مہینوں میں بھی ان برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔

سارے ہی مہینے اللہ رب العزت کے مہینے ہیں لیکن محرم کو خاص فضیلت اس حوالے سے حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اللہ کا مہینا قرار دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن أبي ذر رضي الله عنه قال سألت النبي صلى الله عليه وسلم أي الليل خير وأي الأشهر أفضل فقال خير الليل جوفه وأفضل الأشهر شهر الله الذي تدعونه المحرم" (سنن نسائی)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ رات کا **کون سا حصہ** افضل ہے اور کونسا مہینا افضل ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات کا افضل ترین حصہ رات کا درمیانی حصہ ہے اور افضل مہینا اللہ کا وہ مہینا ہے جسے تم لوگ محرم کے نام سے پکارتے ہو"

ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محرم کو اللہ کا مہینا قرار دیا ہے ویسے تو سارے مہینے ہی اللہ کے مہینے ہیں لیکن محرم کو خاص اللہ کا مہینا قرار دینے سے اس مہینے کی خاص فضیلت اور عزت وشرف کا اظہار ہوتا ہے۔

محرم الحرام کے اعمال:

محرم الحرام کے مہینے میں عمومی طور پر کوشش کرنی چاہیے کہ دیگر مہینوں کے مقابلے میں عبادات کا خاص اہتمام کیا جائے البتہ محرم کے کچھ خاص اعمال بھی ہیں کہ جو مسنون و مستحب ہیں اوران کا خصوصی اہتمام کرنے سے اجر وثواب میں اضافہ ہو گا۔ وہ اعمال یہ ہیں:

ا۔ روزہ رکھنا:

اس ماہ مبارک میں ایک اہم مسنون عمل روزہ رکھنا ہے۔ تمام روایات کا اگر خلاصہ دیکھا جائے تو وہ کچھ یوں ہے کہ قریش مکہ دس محرم کے دن روزہ رکھتے تھے اور خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ قریش مکہ کے صحیح اعمال کو اپنا لیتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے بھی اس دن روزہ رکھنا شروع کر دیا البتہ مسلمانوں کو اس کا حکم نہیں دیا۔ جب آپ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں اس روزہ کو نہ صرف خود رکھا بلکہ مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا گویا اب یہ روزہ فرض قرار پا گیا۔ جب رمضان کے روزہ فرض ہو گئے تو حضور ﷺ نے عاشورا کے روزے کے حوالے سے بتا دیا کہ اب جو اسے رکھنا چاہے رکھے جو نہ رکھنا چاہے نہ رکھے گویا اب یہ نفلی روزہ قرار پا گیا البتہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزہ عاشورا کا روزہ ہے۔ مدینہ میں قیام کے دوران آپ ﷺ نے یہود کو بھی اس دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ تم لوگ اس دن کیوں روزہ رکھتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دی تھی اس کے شکرانے کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا چنانچہ ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہا کہ ہم تو تمہارے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں چنانچہ آپ ﷺ وہ روزہ رکھتے رہے البتہ یہود سے مشابہت کی وجہ سے ارادہ فرمایا کہ آئندہ نو محرم کا روزہ بھی رکھیں گے لیکن اس کا موقع نہ آسکا اور نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ فقہاء کرام رحمھم اللہ عاشورا کے روزہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ دس محرم کے ساتھ یا تو نو محرم کا روزہ رکھا جائے یا گیارہ کا روزہ رکھ لیا جائے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرف دس محرم کا روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ دس محرم ہی کا روزہ رکھتے رہے تھے۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ دس کے ساتھ ساتھ ایک دن کا روزہ مزید ملا لیا جائے۔ تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت کا امکان نہ رہے۔ اس روزہ کا اجر وثواب کے بارے میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت اس دن روزہ رکھنے کی بدولت گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اب عاشورا کے روزہ کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "رمضان کے مہینے کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے نزدیک اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے"۔ (مسلم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب نے آکر پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے رکھنے کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہو تو محرم کا روزہ رکھو

اس لیے کہ یہ اللہ کا مہینا ہے۔اس میں ایک دن ہے جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔" (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے یومِ عاشورا کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! یہود و نصاریٰ بھی اس دن کی بہت تعظیم کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم (یہود و نصاری کی مشابہت سے بچنے کے لیے) ان شاء اللہ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔(صحیح مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور عاشورہ کے دن بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔(بخاری)

حضرت رُبیع بنت مُعوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے عاشورہ کی صبح انصار کے گاؤں میں اعلان کروایا کہ جس نے صبح کو کھا پی لیا ہو وہ بقیہ دن کھانے پینے سے رکا رہے اور جس نے ابھی تک کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھے۔فرماتی ہیں کہ "ہم بھی یہ روزہ رکھتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتی تھیں اور ان کے لیے اون کا کھلونا بناتی تھیں جب کوئی بچہ کھانے کے لیے روتا اس کو دے دیتیں یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا ۔" (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے کہا یہ اچھا دن ہے۔اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی، موسیٰ اور اس کی قوم کو غلبہ اور کامیابی عطا فرمائی،ہم اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے قریب ہیں پھر آپ ﷺ نے بھی روزہ رکھا(یعنی رکھتے رہے)اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔)بخاری)

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عاشورہ کے روزے کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ایک سال گزشتہ کے گناہ معاف فرمادیں گے۔"(ترمذی) ایک روایت میں ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ نویں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔(ترمذی) حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عاشورہ کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ایک دن پہلے روزہ رکھو یا ایک دن بعد۔"(مسند احمد)

خلاصہ کلام یہ کہ محرم الحرام کے مہینے میں روزے رکھنے چاہیں البتہ خصوصیت کے ساتھ عاشورا کا روزہ رکھنا چاہیے البتہ اس دن کے روزہ کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لینا چاہیے۔

۲۔توبہ واستغفار کرنا:

دس محرم الحرام کا دوسرا اہم کام توبہ واستغفار کرنا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اس دن اللہ رب العزت نے ایک قوم یعنی بنی اسرائیل کی توبہ قبول فرمائی تھی اور دوسروں لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔" (جامع ترمذی)

۳۔اہل وعیال پر فراخدلی سے خرچ کرنا:

دس محرم کے دن اپنی استطاعت کے مطابق حلال آمدنی سے اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا برکت رزق کا ذریعہ اور فقر و فاقہ سے نجات کا سبب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من وسَّع على أهله يوم عاشوراء وسَّع الله عليه سائر سنته (معجم الطبرانی)

"جو شخص اپنے گھر والوں پر عاشورا کے دن (کھانے پینے میں) وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائیں گے۔"

البتہ یہ خیال رہے کہ اس کو بہت زیادہ اہمیت دینا اور ضروری سمجھنا قطعاً درست نہیں ہے نیز اس میں اجتماعی طور پر لوگوں کو بلانا یا محلہ میں اس دن پکا کر بھیجنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حدیث میں صرف اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کے حوالے سے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دس محرم کے دن تو روزہ رکھنا مسنون ہے۔ اس دن گھر والوں کو کیسے کھلایا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نو محرم کے اختتام سے لے کر صبح سحری تک کے اوقات میں کسی وقت یہ کام کیا جا سکتا ہے کیونکہ جب مغرب ہو جاتی ہے تو تاریخ بدل جاتی ہے۔ اس طرح اس مستحب پر بھی عمل ہو جائے گا نیز دس محرم کے دن روزہ بھی رکھ لیا جائے گا۔

دس محرم الحرام کی بدعات:

دس محرم الحرام کے دن گویا صرف تین اعمال کرنا زیادہ سے زیادہ ثابت ہیں۔ اس کے علاوہ اس مہینے میں دیگر بہت سے اعمال کو دین سمجھ کر کیا جا رہا ہوتا ہے جاننا چاہیے کہ وہ سب بدعات وخرافات ہیں ان کا شریعت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چند اہم بدعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ان خرافات وبدعات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

ا۔تعزیہ:

تعزیہ کرنا ناجائز ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أتعبدون ما تنحتون (صافات 95)

"کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جس کو خود ہی تم نے تراشا اور بنایا ہے"

ظاہر ہے کہ تعزیہ انسان اپنے ہاتھ سے تراش کر بناتا ہے پھر اس سے منت مانی جاتی ہے اور اس سے مرادیں مانی جاتی ہیں، اس کے سامنے اولاد وغیرہ کی صحت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، اس کو سجدہ کیا جاتا ہے۔اس کی زیارت کو زیارت امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں روح ایمان اور اور تعلیم اسلام کے اعتبار سے ناجائز ہیں۔

۲۔ مجالس لگانا:

ذکرِ شہادت کے لیے مجالس منعقد کرنا، ان میں ماتم کرنا، نوحہ کرنا، روافض کی مشابہت کرنے کی وجہ سے ناجائز ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ (روز قیامت) انہی میں سے ہو گا۔ " (سنن ابی داؤد)

۳۔ ماتم و نوحہ خوانی:

غم اور مصیبت میں آنسو بہہ جائیں اس پر شریعت میں کوئی ممانعت نہیں۔ لیکن نوحہ کرنا اور ماتم کرنا یہ گناہ کے کام ہیں کیونکہ نوحہ کرنے، چیخنے چلانے، کپڑے پھاڑنے، منہ پر تمانچے مارنے، سینہ کوبی کرنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"وہ ہم میں سے نہیں ہے جو سینہ کوبی کرے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت والی پکار کی طرح چیخ پکار کرے"(بخاری)

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی: "نوحہ کرنے والے اور اس کو سننے والے پر۔" (ابو داؤد)

ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا نوحہ خوانی کرنے سے۔ (ابن ماجہ)

ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے اور بے شک نوحہ کرنے والا جب مرے گا اور اس نے توبہ نہیں کی ہو گی تو اللہ اس کے لیے کپڑے تانبے سے کاٹ کر بنائے گا اور آگ کے شعلہ کی زِرہ پہنائے گا۔" (بخاری)

۴۔ محرم کے مہینے میں شادی بیاہ نہ کرنا:

بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ محرم کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنا اور خوشی کی تقریبات وغیرہ کرنا حرام ہے اور اس مہینے میں خوشی کی تقریبات کرنے میں خیر و برکت نہیں ہوتی اور اس کام میں نحوست پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ مہینا تو خیر و برکت اور عظمت والا مہینہ ہے جس میں زیادہ سے زیادہ عبادات پر زور دیا گیا ہے اور نکاح بھی ایک عبادت ہے لہذا اس مہینے میں نکاح کرنے سے ان شاء اللہ العزیز اس میں برکت پیدا ہو گی۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ماہ محرم میں شادی بیاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جو لوگ برا سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔"

۵۔ محرم کے مہینے میں پانی کی سبیل لگانا، حلیم پکانا:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر پانی کی سبیل لگانا یا کھانا وغیرہ پکا کر کھلانا اس کو کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ لوگ اس میں ایک غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے تھے لہذا یہ کھانا اور شربت ان کی پیاس کو بجھائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر نیاز ہے جاننا چاہیے کہ یہ سب امور حرام و ناجائز ہیں۔ نذر اور نیاز صرف اللہ کے نام پر دی جاسکتی ہے کسی اور کے نام پر نذر و نیاز کرنا غیر اللہ کے نام پر ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ایک جانب واقعہ کربلا کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں نے بھوکے پیاسے شہادت حاصل کی لیکن دوسری جانب شربت پی کر اور طرح طرح کے لوازمات سے لطف اندوز ہو کر گویا موج اڑائی جارہی ہوتی ہے اور واقعہ کربلا کے شہداء کا گویا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھا جائے لیکن معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں خوارج دس محرم کو مختلف اناج ملا کر پکاتے تھے۔ گویا اس رسم کا اگر پس منظر دیکھا جائے تو وہ اور بھی قبیح اور برا ہے۔

۶۔ سوگ منانا:

شریعت مطہرہ میں سوگ منانا ممنوع نہیں لیکن اس کی حد شریعت نے خود متعین کی ہے اور وہ تین دن تک ہے اس سے زیادہ سوگ منانا ناجائز اور حرام ہے۔ کئی روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو بیان فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ تین دن تک سوگ منانا فطری ہے لیکن تین دن کے بعد سوگ منانا فطری نہیں بلکہ بناوٹی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو 1382 سال کا عرصہ گزر چکا ہے لہذا ان پر ہر سال سوگ منانا شریعت کی رو سے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سوگ منانے میں بھی شریعت حد لگاتی ہے کہ گال پیٹنا، گریبان پھاڑنا، بین کرنا، چیخنا چلانا جائز نہیں۔ نیز سوگ کے لیے کوئی خاص کپڑے متعین کرنا کوئی خاص رنگ متعین کرنا اور کوئی خاص طریقہ متعین کرنا بھی درست نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ کے موقع پر کچھ لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادریں اتار کر صرف کرتا پہنے ہوئے ہیں (یہ وہاں غم کے اظہار کا طریقہ تھا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور فرمایا:

"جاہلیت کے کام کرتے ہو میرا تو ارادہ یہ تھا کہ تم پر ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں بدل جائیں پھر فوراً ان لوگوں نے چادریں اوڑھ لیں۔"

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق محرم الحرام کا مہینا گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مہینے میں خلاف شریعت امور سے اجتناب کرنے کا صحیح فہم عطا فرمائے (آمین)۔

تاریخِ عالم میں محرم الحرام کی فضیلت اور اہمیت

ابو عدیل صدیقی

اقوامِ عالم میں کچھ سال، مہینے اور دن خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ان میں کچھ کے ساتھ انسانوں کی جذباتی وابستگی ہوتی ہے، بعض میں عقیدت واحترام کے جذبات ہوتے ہیں اور کچھ میں ایک خاص قسم کا جشن، تہوار، خوشیوں اور مسرت کا تعلق پایا جاتا ہے۔ بعض قومیں اپنے نبیوں، مذہبی رہنماؤں اور روحانی شخصیتوں سے اپنے دن، سال اور مہینے کو منسوب کرتے ہیں۔ مذہب، مسلک اور قومی شعار کے ساتھ ان ایام کو دنیا میں منایا جاتا ہے، اور یہ سلسلہ صدیوں سے رائج ہے۔ بعض قومیں اپنے ان تہواروں اور یادگار ایام کو لہو ولعب اور بیہودہ رسموں کے طور پر مناتے ہیں ، رقص وموسیقی اور شراب وشباب کی رنگینیوں میں مست ہو کر گزار دیتے ہیں... بہر حال ہر قوم اپنا ایک مخصوص انداز لیے اپنی خوشیوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔اور یہ سب ان کے کلچر کا حصہ ہے۔

اسلام اس عالم رنگ وبو میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔اس لیے اس کا ہر انداز جداگانہ ہے۔اس کے رسم ورواج، تہوار، خوشیاں اور غم سب کچھ منانے کا ایک الگ ہی انداز ہے۔چوں کہ اسلام ایک الہامی مذہب ہے اس لیے اس کا کوئی اصول بھی کسی انسان کا وضع کیا ہوا نہیں ہے، یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے،اس میں انسان کے تمام نفع ونقصان، خیر وشر، صلاح وفلاح اور عسر ویسر کے ہر پہلو کا پورا قانون موجود ہے۔قرآن و سنت اس کی جڑ اور بنیاد ہے۔اور بنیاد جتنی مضبوط اور ٹھوس ہوتی ہے عمارت اتنی ہی پائیدار اور مستحکم ہوتی ہے۔

محرم الحرام اسلامی تاریخ کا پہلا مہینا ہے۔اسی سے مسلمانوں کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔اس مہینے کا تعلق کسی بھی سوگ یا رنج والم کے کسی واقعہ سے وابستہ نہیں ہے۔ہماری قوم کی اکثریت چوں کہ مغرب زدہ ہے، اس لیے انہیں مغرب کے ماہ وسال ان کے روز شب اور ان کے جشن و تہوار کی تاریخیں ازبر رہتی ہیں۔دسمبر سال کا پہلا مہینا ہے یہ ہر بچے بڑے کو یاد ہوتا ہے، مگر اسلام کا آغاز کہاں سے ہوا، یہ تو ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں، دانشوروں، اسکالرز کو بھی یاد نہیں ہوگا، الاماشاءاللہ! اس لیے اس دنیا کا سارا نظام جس کیلنڈر کے مطابق چل رہا ہے، وہ تو صرف اسی سے واقف ہیں۔اس میں امت مسلمہ کی بھی بڑی تعداد شامل ہے۔

ہماری قوم میں تحقیق وجستجو کا جذبہ تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔یا تو شخصیت پرستی کا بھوت لوگوں کے حواس پر سوار رہتا ہے، یا سنی سنائی باتوں پر ہی اکتفا کر کے اپنی زندگی گزارنے کا چلن اس دنیا میں رائج ہے۔ شخصیت پرستی اور تقدس انسان پر تحقیق کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔تقدیس اور تحقیق ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ ہمیں یہ تو یاد رہتا ہے کہ 25 دسمبر میں کرسمس منایا جاتا ہے، 14 فروری میں ویلنٹائن ڈے ہوتا ہے۔ جنوری اور فروری کے درمیان میں بسنت کی بہاریں لوٹی جاتی ہیں، پتنگیں اڑائی جاتی ہیں جس کے سبب ہر سال کئی انسانوں کی جانیں پتنگ کی ڈور سے گلے کٹنے

سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ ہمیں اپنے بچوں کی سالگرہ بھی یاد رہتی ہے۔ بزرگانِ دین کی درگاہوں پر لنگر تقسیم کرنا اور عرس کی محفلیں منعقد کرنا بھی یاد رہتا ہے، مگر یہ یاد نہیں رہتا کہ اسلام کا کون سا مہینا کتنا محترم اور انسانی تاریخ میں کتنا اہم ہے۔

انسانی تاریخ کے اوراق پلٹیں تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ محرم الحرام وہ محترم اور اہم ترین مہینا ہے جس میں دنیا کے ناقابل فراموش واقعات پیش آئے ہیں۔اور ان تمام واقعات میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی شان اس کی عظمت اور کسی نہ کسی پہلو سے ان میں خوشی و مسرت اور کامیابی و کامرانی کا پہلو نمایاں ہے۔

سن ہجری کا آغاز رسول کریم ﷺ کے مکہ سے مدینہ پہنچنے ہوتا ہے۔آپ ﷺ 12 ربیع الاول یکم ہجری مطابق 27 ستمبر 622ء کو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لائے۔اسی ہجرت نبویؐ سے اسلامی سال کی ابتدا ہوئی جس کو سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں نافذ کیا اور اور یہ محرم الحرام کا مہینا ہی تھا جو ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔یعنی رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم۔اس ماہ مبارک کی فضیلت تاریخ کے صفحات میں درج ہے۔ جس سے اندازہ ہو گا کہ رمضان کے بعد یہی مہینا بہت مبارک اور احترام والا ہے۔اس مہینے کا روزہ جو عام طور سے 10 محرم کو رکھا جاتا ہے رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”رمضان کے بعد تم کو روزہ رکھنا ہو تو محرم کا روزہ رکھو اس لیے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔اس میں قوم کی توبہ قبول کیا اور دوسرے لوگوں کی توبہ بھی قبول فرمائیں گے۔“(مسلم)

اور یہ قوم بنی اسرائیل تھی، جس کو اللہ نے محرم الحرام کی 10 تاریخ کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دلائی تھی۔اس کے علاوہ بھی بے شمار واقعات اس ماہ مبارک کی فضیلت واکرام سے جڑے ہوئے ہیں۔اور ان تمام واقعات میں کہیں بھی کسی بھی اعتبار سے کوئی حزن و غم اور سوگ یا ماتم کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔

عام طور سے محرم الحرام کی 10 تاریخ کو یومِ عاشور کہا جاتا ہے۔یومِ عاشور کا مطلب ہے دسواں دن۔ طلوع اسلام سے قبل بھی تاریخ انسانیت کے بے شمار واقعات محرم الحرام میں رونما ہوئے۔ یہ واقعات محض اتفاقی یا حادثاتی نہ تھے بلکہ قسام ازل کا اٹل فیصلہ تھا، جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔

محرم الحرام میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات:

☆اس کائنات کی تخلیق اسی ماہ مبارک میں ہوئی،

☆ابوالبشر سیدنا آدمؑ کی پیدائش ہوئی۔

☆حضرت آدمؑ کی توبہ اسی ماہ میں قبول ہوئی۔

☆حضرت آدم کو خلافت کا تاج پہنایا گیا۔

☆سیدنا ادریسؑ کو درجاتِ عالیہ عطا ہوئے۔

☆کشتی نوحؑ جودی پہاڑ پر ٹھیری۔

☆سیدنا ابراہیمؑ کو منصب و مقام خلیل سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆سیدنا یوسفؑ کو جیل سے رہائی ملی۔

☆سیدنا یوسفؑ کے والد محترم کو بینائی لوٹائی گئی۔

☆سیدنا یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی دی گئی۔

☆فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا اور موسیٰ کلیم اللہ کو کامیابی عطا ہوئی۔

☆سیدنا روح اللہ عیسیٰؑ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔

☆اسی روز قیامت کبریٰ برپا ہوگی۔

☆اسی ماہ یومِ عاشور کو نواسۂ رسول سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت ہوئی۔

☆اسی ماہ یوم عاشورہ کو اہل مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے تھے اور اس دن کو یوم الزینۃ کہتے تھے۔

☆اسی ماہ امام الانبیا خاتم المعصومین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے چند سال قبل ابرہہ بیت اللہ پر حملہ کی نیت سے نکلا، تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کا لشکر بھیج کر اس کو تباہ و برباد کر دیا۔

محرم الحرام اور تاریخ اسلام:

☆ نکاح سیدہ فاطمہ الزہرؓ ابنت رسول اللہ ﷺ ہمراہ سیدنا علی مرتضیٰؓ

☆ نکاح سیدہ اُم کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ ہمراہ سیدنا عثمان بن عفانؓ

☆سلاطین عالم کو دعوت اسلام مطابق 7 ہجری۔

☆غزوۂ خیبر

☆نکاح اُم المومنین سیدہ صفیہ ہمراہ رسول اللہ ﷺ۔

☆فتوحاتِ افریقہ 45 ہجری۔

☆قیصر روم کو شکست 138 ہجری۔

☆دار العلوم دیوبند کا قیام 15 محرم الحرام 1283 ہجری۔

☆شہادت خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ، یکم محرم الحرام 24 ہجری۔

☆شہادت نواسہ رسول سیدنا حسین ابن علی مرتضیٰؓ۔ 10 محرم الحرام 61 ہجری۔

یہ وہ واقعات ہیں جو محرم الحرام جیسے ماہ مبارک میں واقع ہوئے ہیں۔ان پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہاں کہیں بھی کسی واقعہ میں کسی رنج و محن اور سوگواری کا کوئی جواز نہیں بنتا۔قدرت کی طرف سے پیش ہونے والے محیر العقول واقعات ہیں یا تاریخ اسلام کے جری، بہادر اور غیور انسانوں کی اس دنیا میں آمد کے دن ہیں یا پھر اسلام کے سپوتوں اور مجاہدوں کی شہادت عظمیٰ کے ولولہ انگیز روز و شب۔

لیکن ہمارے ہاں ایک مخصوص فرقے نے اس ماہِ مقدس اور واجب احترام مہینے کو اپنی شناخت قائم رکھنے کی غرض سے رونے دھونے، بین کرنے اور عزاداری کا مہینا بنا رکھا ہے۔افسوس تو یہ ہے کہ اس میں ہمارے کچھ اہل سنت والجماعت بھی اپنی نادانی، لاعلمی اور تاریخ اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے اسی فرقے کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اس عظیم مہینے کو سوگ اور ماتم کا مہینہ سمجھ بیٹھے ہیں۔اور تعزیہ داری، واقعات کربلا کے بیان پر مجلسیں، مرثیہ اور نوحے پڑھنا اجر و ثواب کا باعث سمجھتے ہیں۔

اس میں تو کوئی شک نہیں محرم الحرام کی دسویں (یومِ عاشور) کو وہ المناک اور انتہائی غمناک سانحہ پیش آیا تھا جس میں سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور آپ کے رفقا شہید ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ وہ داستانِ الم ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔اس واقعہ نے تاریخ پر جو گہرے نقوش چھوڑے ہیں وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں اور اس کی پاداش میں امت مسلمہ تاحال افتراق و انتشار کا شکار ہے۔اس اندوہناک واقعہ سے ان لوگوں کو کامیابی اور اصل خوشی نصیب ہوئی ہے جو فتنوں کو بھڑکا کر امت مسلمہ کی صفوں میں اتحاد و یکجہتی کی بیخ کنی چاہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے تمام دشمنانان اسلام کو ہدایت دے۔

ہمارے معاشرے کا ایک چلن یہ ہے کہ وہ ہر ناخوشگوار واقعے کو اپنی دکانیں چمکانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ چناں چہ ہمارے بعض واعظین اور ذاکرین گا گا کر اور اصل حالات کو توڑ مروڑ کر میڈیا اور مختلف محافل و مجالس میں پیش کرتے ہیں۔ان کا مقصد سادہ لوح عوام کو اصل حقائق سے ہٹا کر اس مبارک و مقدس اور تاریخی مہینے کو سوگ اور رونے پیٹنے کا مہینا ثابت کرنا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے محرم کا پورا مہینا ان کے لیے لاکھوں روپے کمانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر شہادت حسینؓ کے واقعہ پر مگرمچھ کے آنسو بہا کر نوٹوں سے جیبیں بھر جائیں اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ جس طرح قصائی عید الاضحیٰ کے دس دنوں میں جانور ذبح کر کے پورے سال کی کمائی کر لیتے ہیں، اسی طرح یہ مغنّی واعظین اور ذاکرین محرم کے پورے مہینے میں پورے سال کے لیے اپنی جیبیں بھر لیتے ہیں۔ابن الوقت ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات سے واقف لوگ اچھی طرح یہ جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں شہادت ہرگز کوئی رنج والم والی بات نہیں ہے۔ یہ تو ایک مردِ مومن کے لیے فوز و کامیابی اور انسانیت کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا اسے مردہ کہنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جائیں انھیں مردہ مت کہو، بلکہ یہ لوگ (تو درحقیقت) زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور حاصل نہیں۔"
(البقرہ 154)

”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے ربّ کے پاس سے روزی پا رہے ہیں۔“

سچی بات یہ ہے کہ اگر شہادت رنج والم، ماتم اور سینہ کوبی والی کوئی شے ہوتی تو دورِ نبوی ﷺ اور دورِ خلافت راشدہ کی تاریخ میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو جس میں کوئی نہ کوئی عظیم شہادت نہ ہوئی ہو۔ اگر شہادت میں گریہ وزاری اور ماتم وسینہ کوبی کا پہلو تلاش کریں تو سمیّہ رضی اللہ عنہا کی بہیمانہ شہادت کا دن ماتم کے طور پر منانا چاہئے۔ توحید ربّ کے لیے یہ پہلا خون ہے جس سے مکہ کی زمین سرخ ہوئی۔ اور ان کے شوہر حضرت یاسرؓ کی مظلومانہ شہادت ہے۔ جن کو شقی القلب ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے ان کے دونوں ہاتھ اور پیر رسوں سے باندھ کر اور ان کے چاروں سمت اونٹ کھڑا کر کے یہ رسیاں اونٹوں کی ٹانگوں سے باندھ کر ان کو ہانک دیا اور اس طرح حضرت یاسرؓ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور یہ جوڑا رسول ﷺ پر ایمان لانے کے جرم میں ظالمانہ طریقے سے شہید کیا گیا۔ اگر ہمیں سوگ ہی منانا ہے تو ان مظلوموں کی دردناک شہادت کا منانا چاہئے۔ اسی طرح بے شمار شہادتیں ہوتی رہی ہیں۔

حضرت حمزہ اسد اللہ واسد الرسولؓ کی شہادت، جن کی لاش کا مثلہ بنایا گیا۔ عباس بن ابی مطلبؓ، جعفر طیارؓ، زید بن حارثہ، عبد اللہ بن رواحہؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور دیگر اصحابِ رسول ﷺ دورِ نبوت میں شہید ہوئے۔ سوگ منایا جاتا تو ان شہدائے اسلام کا منایا جاتا۔ لیکن یہ سوگ منانے کا کوئی موقع ہے ہی نہیں۔ اسلامی مہینے محرم الحرام کا پہلا دن ہی ایک عظیم شہادت کا دن ہے، جب خلیفۂ دوم امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ ایک مجوسی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ جن کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔“ (ترمذی)

تیسرے خلیفہ سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ کتنے سنگدلانہ طریقے سے شہید کیے گئے۔ جن کی شہادت کے نتیجے میں مسلمان آپس میں دست و گریباں ہوئے اور امت میں ایسا تفرقہ پڑا کہ آج تک ختم نہ ہوا۔ اگر سوگ منانے کا سلسلہ شروع ہو جائے تو سال کا کون سا ایسا دن ہے جو کسی نہ کسی عظیم ہستی اور ولی اللہ کی شہادت یا وفات کا دن نہ ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دین میں سوگ اور ماتم منانے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اصول یہ ہے کہ مرد کے لیے سوگ صرف تین دن کا ہے اور شادی شدہ عورت کے لیے چار ماہ اور دس دن۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ انسانوں کی اپنے ذہن کی اختراع ہے۔

ماخذ و مصادر:

☆ آزاد دائرۃ المعارف۔ ویکیپیڈیا

☆ محرم الحرام تاریخ کے آئینہ میں... محمد ابوسفیان حسینی

☆ محرم الحرام کی عظمت واہمیت... مفتی محمد نعیم

انتخابِ الٰہی اور مرادِ مصطفیٰ ﷺ

ڈاکٹر مقبول احمد مکی

استاذ الحدیث، جامعہ ابو بکر الاسلامیہ، کراچی

مسلمان اسلام کا دفاع کسی تعصب کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ اس حقیقت کی بنا پر کہ یہ دین رب رحیم وکریم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اسی لیے یہ دین مسلمانوں کے نزدیک ان کی جان ومال اور ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے، مسلمان اس کے لیے سب کچھ قربان توکر سکتے ہیں مگر اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ اسلام کی حقانیت یہ ہے کہ اس نے خوں ریزی کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ جنگ میں خون ریزی کی اگرچہ اجازت دی ہے۔ مگر ترغیب یہی دلائی ہے کہ خون ریزی کے بغیر مسئلہ حل ہو جائے تو خوں ریزی سے گریز کیا جائے۔ سیدنا مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ جس میں وہ ایک سریہ پر روانہ ہوئے، دشمن خوف کے مارے قلعہ بند ہوئے تو انہوں نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے کی فصیل سے انہیں کلمہ شہادت پیش کیا، جسے قلعہ والوں نے فوراً قبول کر لیا، سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے مالِ غنیمت ہاتھ سے جانے کا شکوہ کیا اور رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے اور اس عمل کی بڑی تحسین فرمائی۔ اسلام درحقیقت عدل وانصاف، حق وصدات کا درس دیتا ہے۔

سیدنا عمر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسلام کی کتنی خوشنما تعریف کی ہے ! فرماتے ہیں کہ "اسلام ایک ناقابل شکست فصیل ہے اور مضبوط دروازہ ! اسلام کی فصیل اس کا عدل انصاف ہے اور اس کا دروازہ حق وصداقت ! اگر یہ فصیل گر جائے اور یہ دروازہ ٹوٹ جائے تو اسلام مغلوب ہو جائے گا۔ جب تک سلطان مضبوط ہوگا اسلام غالب رہے گا اور سلطان کی مضبوطی تلوار اور کوڑے کی بدولت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مضبوطی کا راز حق و انصاف اور عدل ومساوات میں پنہاں ہے۔"

اسلام نے انسانوں کی زندگیوں کو ہر لحاظ سے پاکیزہ بنانے کا اہتمام کیا۔ انسان کی جسمانی اور مادّی ضروریات کی فراہمی اور اخلاقی وروحانی بالیدگی کی فکر اسلام کا تقاضا ہے۔ آج دنیا کی مہذب حکومتیں بہت سے ادارے قائم کر کے بہبودی انسانیت کا ڈھنڈورہ تو خوب پیٹتی ہیں مگر ان اداروں کی کارکردگی سے کوئی مطمئن نہیں ہے۔ اسلام نے معاشرے کی تنظیم وتربیت کا ایسا نظام قائم کیا تھا جس میں ہر شخص نیکی کا علمبردار اور برائی کا دشمن بن گیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے معاشرے کے ہر فرد کو مکلف ٹھہرایا ہے کہ برائی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینے کی بجائے برائی کا سد باب کرنے کی فکر کرے۔ اسلام دین حق ہے جو اپنے پیروکاروں کی نشوونما اور تعلیم وتربیت کے زرّیں اصول بھی فراہم کرتا ہے۔ اسی اسلام نے عمر رضی اللہ عنہ جیسا

سپوت پیدا کیا۔زمانۂ جاہلیت میں بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی جوانمردی، عالی ہمتی، پر کشش شخصیت اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے پورے معاشرے میں نمایاں تھے۔آپ پر رسول ﷺ کا یہ قول منطبق ہوتاہے کہ:

خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا (مسند احمد)

تم میں سے جو جاہلیت میں اگلی صفوں میں ہوتے ہیں وہ اسلام میں بھی اگلی صفوں میں ہوں گے بشر طیکہ اسلام کو سمجھ لیں۔اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام کو سمجھا تھا جیسے سمجھنے کا حق ہوتاہے۔عمر بن خطاب قریش کے سرداروں میں سے تھے آپ ان سرداروں کی طرح نہ تھے جو لہو ولعب اور فضول کاموں میں اپنا وقت ضائع کرتے اور نفسانی خواہشات کے دلدادہ ہوتے ہیں۔جوانی کا دور بھی آپ نے لایعنی کاموں میں نہیں گنوایا بلکہ آپ تو اعلیٰ مقامات کے حصول میں کوشاں رہتے تھے۔آپ کی طبیعت گھٹیا کاموں پر آمادہ ہی نہ ہوتی تھی۔آپ بڑے حساس مزاج اور رقیق القلب انسان تھے۔جوں ہی آپ نے ہوش سنبھالا اور عملی زندگی میں داخل ہوئے آپ کے یہ اوصاف ہر شخص کو نظر آنے لگے۔قریش کے اکثر لوگ تجارت پیشہ تھے۔عمر بھی تاجر تھے۔عمر نے نہایت سوچ سمجھ کر تجارت کے میدان میں قدم رکھا تھا۔آپ کپڑے کے تاجر تھے خصوصاً حریر وریشم کا کاروبار کرتے تھے۔تجارت میں آپ کے شریک کار کعب بن عدی التنوخی تھے۔آدمی کے کاروبار سے بھی اس کی افتادِ طبع کا کسی حد تک پتہ چلتاہے۔سردار عمر کا ریشمی پارچہ جات کا کاروبار ان کی نفاستِ طبیعت کی دلیل ہے۔ریشم (حریر) تمام پارچہ جات میں سب سے زیادہ نفیس، خوب صورت اور قیمتی کپڑا ہوتاہے۔اہل جنت کا لباس بھی اللہ نے حریر کو قرار دیاہے۔ارشاد ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾

اور ان کا (اہل جنت) لباس جنت میں حریر کا ہوگا۔(الحج:23)

اسلام قبول کرنے سے قبل عمر بہت دبنگ شخصیت کے مالک تھے۔اسلام کے بعد بھی ان کی یہ شان قائم رہی مگر قبول اسلام نے ان کے اندر انکساری وسادگی اور بھی بڑھ گئی۔آپ مردانگی اور رعب وہیبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ہجرت کا سفر بھی چھپ کر نہیں کیا بلکہ روانگی سے قبل اس کا اعلان فرمایا۔آپ مکہ کی ایک بلند پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے سرداروں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا "معاندینِ اسلام جان لو۔عمر مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کر رہاہے۔جو اپنی ماں کو رلانا چاہتاہے' بیوی کو بیوہ کرنا چاہتاہے اور بچوں کو یتیم چھوڑنا چاہتاہے وہ اس وادی میں مجھ سے مڈبھیڑ کر لے۔"کسی جواں مرد کو یہ چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔خشیت الٰہی سے دل آباد ہو جائے تو پھر بندہ مومن تکلیف دہ مادی وحشت سے نجات پاکر پاکیزہ روحانی سکون سے متمتع ہو سکتاہے۔روح وجسم کا تزکیہ ہو جائے تو بندہ راضی برضائے الٰہی ہو جاتاہے اور اللہ بھی اس سے راضی اور خوش ہو جاتاہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دوسروں ہی کے معاملہ میں سخت گیر اور بے لاگ نہ تھے بلکہ آپ کا کمال یہ ہے کہ اپنی ذات کے بارے میں بھی یہی رویہ تھا۔اگر دل میں کبھی کوئی غیر پسندیدہ خیال آتا تو اسے سختی سے جھٹک دیتے،اپنے آپ کو ڈانٹ پلاتے اور اپنا محاسبہ خود کرتے۔کتبِ احادیث

میں خلیفہ ثانی سے متعلق بے شمار احادیث موجود ہیں، قرآن مجید نے ہی سابقون الاولون کو رضائے الٰہی کی سند دیدی ہے، پھر جن کی تربیت خود مربی اعظم ﷺ فرمائے کیا اس کی تربیت میں کوئی کمی کوتاہی رہ سکتی ہے؟ جسے ہر وقت اپنے ایمان کی فکر ہو، کیا وہ شخص نعوذ باللہ بے ایمان ہو سکتا ہے؟ جس نے آدھی دنیا کی خلافت ملنے کے بعد بھی اپنی ذات پر کچھ خرچ نہیں کیا بلکہ ملت کی فکر میں دن رات مگن رہے، جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا تھا کیا وہ خود باطل کی طرف مائل ہو سکتا ہے؟ جس کی دنیا کے غیر مسلم مورخین بھی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے حتیٰ کہ مائیکل ایچ ھارٹ نے اپنی کتاب ''تاریخ میں بااثر ترین اور محبوب ترین شخصیات'' میں 52 نمبر پر اسی خلیفہ ثانی کا ذکر کیا ہے۔ چشم فلک نے اس عظیم خلیفہ کے کئی کارنامے دیکھے بعض روایات میں فلسطین کے فتح کا ایک ایسا عجیب منظر پیش کیا گیا ہے جسے پڑھ کر عدل و انصاف کے اس عظیم پیکر کی شخصیت کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ روایات کے مطابق سیدنا ابو عبیدہ اور سیدنا خالد بن ولید بھی ان کے ساتھ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے، ایک غلام آپ کا ہم رکاب تھا، دونوں باری باری اونٹ پر سوار ہوتے۔ جب وہ بیت المقدس پہنچے تو غلام سوار تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مہار پکڑے ہوئے تھے۔'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روزانہ صبح سویرے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے قادسیہ کے قاصد کی راہ تکتے ایک روز باہر نکلے تھے کہ ایک اونٹ سوار آتا دیکھا، پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ کہا میرا نام سعد بن عمیلہ فزاری ہے، جنگ قادسیہ کی فتح کی خوشخبری لایا ہوں، امیر المؤمنین نے اس کے اونٹ کی رُکاب پکڑلی اور ساتھ چلتے ہوئے ان سے جنگ کے حالات سننا شروع کر دیے، چلتے چلتے مدینہ میں داخل ہوئے، تو سعد بن عمیلہ کو معلوم ہوا کہ یہی خلیفۃ الرسول ہے تو گھبرا گئے، لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، بلکہ تم حالات سناتے جاؤ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا اور فتح کی خوشخبری سنائی۔ اس وقت فرمایا کہ امر خلافت میری ذمہ داری ہے، اگر میں اسے اس طرح انجام دوں کہ آپ لوگوں کو گھروں میں اطمینان نصیب ہو تو میری یہ خوش قسمتی ہے۔ انہی کی دورِ خلافت میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مجاہدین دریائے دجلہ کو بغیر پل کے عبور کر کے بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے کے، مصداق ٹھہرے، کسریٰ کا سفید محل قصر ابیض جب فتح ہوا تو اس محل سے 30 کھرب دینار کا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک کو بلا کر کسریٰ کا لباس، تاج اور کنگن سونپے جس سے رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی بھی سچ ثابت ہوئی۔ صحیح ابن حبان اور طبرانی اوسط میں صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام کے لیے دعا ان الفاظ میں مانگتے تھے: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت بخش!، اور رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر ہوتا)۔

سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے لیے خصوصاً فرمایا: الحمد للہ الذی أیدنی بکما: حمد و تعریف ہے اس اللہ کے لیے، جس نے آپ دونوں سے میری تائید فرمائی، اے عمر! جس راستے پر تم جا رہے ہوتے ہو، اگر شیطان اس راستے پر آ رہا ہو تو وہ تمہارا خود سے راستہ چھوڑ جاتا ہے۔ وہ کون سی خوبی ہے

جس کی نسبت رسول اکرم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب نہیں کی؟اور کون سا شرف ہے جو اس عظیم انسان ابن خطاب کے حصے میں نہیں آیا؟ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن میں رب کریم نے خود عمر کی بات کی تائید میں قرآن مجید کی آیات نازل فرما کر ان کی شان میں مزید نکھار پیدا کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: تین مقامات پر میری بات کی رب نے خود تائید فرمادی۔

1۔ مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا،اس پر آیت: وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (سورۃ بقرہ:125) نازل ہوئی۔

2۔ازواج مطہرات کو پردے کا مشورہ دیا جس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ جب ازواج مطہرات نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کی تو میں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے تمہارا تعلق ختم کر کے ان کے لیے متبادل ازواج لے آئیں۔ چنانچہ اسی مفہوم کی آیت نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم) نبی کریم ﷺ کی رحلت کے فوراً بعد مسلمانوں میں جس قسم کے اختلافات پھوٹنے کا خطرہ تھا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت جو جو فتنے سر اٹھا رہے تھے ان کی بیخ کنی اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنے سے روکنے میں اگر کسی کا مرکزی کردار تھا تو وہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی تھے، جس قسم کا سلوک خیبر کے یہودیوں کے ساتھ جنابِ عمر نے کیا تھا لازمی تھا کہ یہود جن کا اصل چہرہ قرآن نے کئی مقامات پر واضح کیا ہے، وہ اپنی ازلی خباثت کی طرف لوٹ آئیں اور انہوں نے عمر فاروق کی عظیم ہستی کو ایک متنازع بنانے کی کوشش کی لیکن،

نورِ خدا ہے، کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حقیقت تو یہی ہے کہ اہل بیت و خلفائے راشدین آپس میں گہرے مراسم و تعلقات رکھتے تھے، جو گستاخیاں ان کے متعلق تاریخ کا حصہ بنا کر پیش کی جاتی ہیں اگر واقعتاً یہ واقعات درست ہوتے تو اہل بیت اور خلفائے راشدین کے مابین تعلقات کی ناگوار فضا بھی مسلمانوں کو پتہ چل جاتی، یہ کیا کہ ایک ہی طرح کی تاریخ بار بار دہرائی جاتی ہے، لیکن حقیقت کو نہیں دیکھا جاتا، سچ تو یہ ہے کہ ان کے آپس میں گہرے مراسم تھے، حتٰی کہ ان کے آپس میں رشتہ بھی ہوئے، ان کی اولاد بھی آپس میں گہرے مراسم رکھتی تھی، ان کی بھی آپس میں ایک دوسرے خاندان میں رشتے ہوئے، اہل بیت کی خاندان میں کئی عمر و ابو بکر و عثمان نام ملتے ہیں، زندہ محبت کی یہ مثالیں، جھوٹی کہانیاں گڑھنے والوں کو کیوں نظر نہیں آتیں؟؟

آداب حملة القرآن

خادمین قرآن کے آداب

قرآن مجید پڑھانے میں دنیاوی غرض نہ ہو

وينبغي أن لا يقصد به توصلا إلى غرض من أغراض الدنيا : من مال، أو رياسة، أو وجاهة، أو ارتفاع على أقرانه، أو ثناء عند الناس، أو صرف وجوه الناس إليه، أو نحو ذلك .ولا يشوب المقرئ إقراءه بطمع في رفق يحصل له من بعض من يقرأ عليه : سواء كان الرفق ما أو خدمة، وإن قل ولو كان على صورة الهدية التي لولا قراءته عليه لما أهداها إليه .قال تعالى :

قرآن مجید کے پڑھانے میں ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس سے دنیا کی غرض وابستہ نہ ہو کہ پڑھ کر اور پڑھا کر مال اور عزت دنیا یا ریاست اور وجاہت اور دوسروں کے مقابلے میں اپنی برتری اور بڑائی حاصل پیش نظر ہو اور لوگوں کو اس کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرنا ہی مطمح نظر ہو، اور پڑھانے والا مال و دولت کی خواہش میں چاپلوسی سے پیش نہ آئے۔ اگرچہ کم درجہ میں ہو، ہاں اگر معلم کو ہدیہ کے طور پر کچھ دیا جائے تو معلم کو یہ سوچنا ہوگا کہ اگر ہم نہ پڑھاتے تو بھی یہ ہدیہ اور تحفہ ہم کو ملتا تو خیر قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں قبول کر لے ورنہ۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾ (سورة الشورى:20)

جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کے لیے اس کھیتی میں برکت دیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو اسے (بقدر مناسب) دنیا میں دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہوگا۔

وقال تعالى :

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ ۖ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا﴾ (سورة الاسراء:18)

جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سردست دنیا میں سے جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا۔

عن أبي هريرة ـ رضى الله عنه ـ قال: قال رسول الله ﷺ :

من تعلم علما مايبتغى به وجه الله تعالى، لا تعلمه إلا ليصيب به غرض من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة ..« (رواه أبو داود)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم سیکھے اس طرح کا علم کہ جس سے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے، اس نے بہت سیکھا، اس کو مگر اس واسطے کہ اس سے دنیا حاصل ہو، ایسا شخص نہ پائے گا قیامت کے دن جنت کی خوشبو۔ (ابوداؤد)

وعن أنس وحذيفة وكعب بن مالك ـ رضى الله عنهم — أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

((من طلب العلم ليمارى به السفهاء أو يكاثر به العلماء، أو يصرف به وجوه الناس إليه، فليتبوأ مقعده من النار» رواه الترمذي))

حضرت انسؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم اس لیے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء سے فخر کرے اور بیوقوفوں سے اس کے سبب جھگڑے یا لوگوں کو اپنی جانب پھیرے اور مائل کرے، اس کو اللہ آگ میں داخل کریں گے۔ (ترمذی)

(التبیان فی آداب حملة القرآن، الباب فی ادب المتعلم القرآن، فصل فی اخلاص النصیحة له، ص:34، 35)

انجمن خدّام القرآن سندھ کراچی کے تحت
تدریسی سرگرمیاں

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں الحمدللہ رجوع الی القرآن کورس جاری ہے۔70 طلبہ اور 42 طالبات کورس میں شریک ہیں جبکہ آن لائن داخلوں کی تعداد 60 ہے۔الحمدللہ سمر اسلامک کیمپ 30 جون کو کامیابی کے ساتھ اختتام پزیر ہوا۔156 بچوں اور بچیوں نے اس کیمپ میں شرکت کی۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں تدریس بحسن وخوبی جاری ہے۔دورانِ ماہ مسجد جامع القرآن ڈیفنس میں 8 تقاریب نکاح منعقد ہوئیں۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں رجوع الی القرآن کورس الحمدللہ جاری ہے۔سال اول (سیکشن اے) میں 70 طلبہ اور 84 طالبات جبکہ سیکشن بی میں 40 طلبہ شریک ہیں۔اسی طرح سال دوم میں 32 طلبہ اور 25 طالبات شریک ہیں۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں بچوں اور بچیوں کے لیے شروع کیے گئے ''اسلامک ڈے کیمپ'' کورس میں 76 بچے اور 89 بچیاں شریک ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ و القراءۃ میں بھی تدریس جاری ہے۔''حیات خلیل علیہ السلام''، ''تپتے صحراء میں بادِ نسیم''، ''بعداز خدا بزرگ توئی ﷺ'' اور ''انسان کا کل اور آج'' کے موضوعات پر خطبات جمعہ منعقد ہوئے۔فیڈرل بی ایریا تنظیم کے تحت شام کے اوقات میں ''سیرت النبی ﷺ قدم بہ قدم''، ''تجوید القرآن''، ''عربی گرامر برائے قرآن فہمی'' اور ''ہماری دینی ذمہ داریاں قرآن حکیم کی روشنی میں'' کے عنوانات سے کورسز جاری ہیں۔اسی طرح فیڈرل بی ایریا تنظیم کے تحت ''حج تربیتی نشست'' کا انعقاد کیا گیا جس میں تقریباً 100 حضرات وخواتین نے شرکت کی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

قرآن اکیڈمی کورنگی میں رجوع الی القرآن کورس الحمدللہ جاری ہے۔29 طلبہ اور 52 طالبات کورس میں شریک ہیں۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں الحمدللہ تدریس جاری ہے۔ شعبہ خواتین کے تحت ناظرہ و قاعدہ کی طالبات کے لیے ''بڑوں کی عزت'' اور ''جمعہ کے فضائل'' کے موضوعات پر تربیتی لیکچرز منعقد ہوئے۔ خواتین کی ناظرہ کلاس میں ''حرمت مال و جان، عزت، مشتبہات سے اجتناب'' کے موضوع پر مطالعہ حدیث کرایا گیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

رجوع الی القرآن کورس میں 73 حضرات اور 68 خواتین شرکت کر رہے ہیں۔ دوران ماہ ہفتہ وار مختصر دورانیے کے حلقات و دورات کا آغاز ہوا جن میں فقہ العبادات، نماز اور آخری بیس سورتوں کی ترکیب، آسان عربی گرامر، عربی گرامر برائے قرآن فہمی اور سیرت النبی ﷺ قدم بہ قدم شامل ہیں۔ ان کورسز میں اوسطاً 25 خواتین و حضرات نے داخلہ لیا۔ مسجد میں نماز فجر کے بعد بھی ترجمہ قرآن اور تجوید برائے بالغان کی محافل کا انعقاد ہو رہا ہے جن میں تقریباً 10 سے 15 افراد شریک ہوتے ہیں۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ حاصل کر رہے ہیں۔ مقامی تنظیم کے تحت شام کے اوقات میں مختصر دورانیہ کے کورسز جاری ہیں جن میں عربی گرامر، تجوید اور دورہ ترجمہ قرآن شامل ہیں۔ مسجد میں مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے جن میں تین اساتذہ کے تحت کل 53 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ روزانہ کی ترتیب میں اصلاحی خطبات بعد نماز ظہر اور درس حدیث بعد عصر منعقد ہو رہے ہیں۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

رجوع الی القرآن کورس سالِ اوّل بحسن و خوبی جاری ہے۔ 2 ماہ پر مشتمل بچوں اور بچیوں کے لیے Summer Course بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن اور آدابِ زندگی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، مغرب تا عشاء بالغان کے لیے ناظرہ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن بروز اتوار دن 11 تا 1 بجے بچوں اور بچیوں کے لیے The Ilm Foundation کا مرتب کردہ نصاب مطالعہ قرآنِ حکیم کی کلاس کا آغاز ہو چکا ہے۔ یکم اگست سے ''فہم دین کورس'' جبکہ 20 اگست سے ''مختصر تعلیم الاسلام کورس'' کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی

قرآن مرکز لانڈھی میں مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ، ناظرہ و قاعدہ کی تعلیم الحمد للہ جاری ہے۔ 2 طلبہ نے تکمیل حفظ کی سعادت حاصل کی۔ ہفتہ وار درس قرآن الحمد للہ جاری ہے جس میں ناظم مرکز جناب محمد ہاشم صاحب ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔

خصوصی محاضرات

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

گزشتہ ماہ خصوصی محاضرات و فکر اسلامی کے تحت "فضیلتِ علم"، "تنظیم الاوقات"، مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق"، "عشرہ ذی الحجہ فضائل و مسائل" کے عنوانات سے لیکچرز منعقد ہوئے۔ جس میں تدریس کی ذمہ داری صدر انجمن خدام القرآن سندھ، جناب انجینئر نعمان اختر صاحب، مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن سندھ، جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب، مدیر قرآن انسٹیٹیوٹ گلستانِ جوہر، جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب اور ناظم تعلیم قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، جناب عاطف محمود صاحب نے ادا کی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

گزشتہ ماہ خصوصی محاضرات و فکر اسلامی کے تحت "فضیلت علم"، "تنظیم الاوقات"، "عشرہ ذی الحجہ فضائل و مسائل" اور "مسلمانوں پر قرآن مجید حقوق" اور "محرم الحرام فضائل و مسائل" کے عنوانات سے لیکچرز منعقد ہوئے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

گزشتہ ماہ خصوصی محاضرات و فکر اسلامی کے تحت "عشرہ ذی الحجہ فضائل و مسائل"، "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" اور "دین کا جامع تصور" کے عنوانات سے لیکچرز منعقد ہوئے۔ جس میں تدریس کے فرائض صدر انجمن خدّام القرآن سندھ جناب انجینئر نعمان اختر صاحب، ناظم تعلیم قرآن اکیڈمی یٰسین آباد جناب عاطف محمود صاحب اور جناب انجینئر عثمان علی صاحب نے ادا کیے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

گزشتہ ماہ خصوصی محاضرات کے تحت "عشرہ ذی الحجہ فضائل و مسائل" اور "تنظیم الاوقات" کے عنوانات سے لیکچرز منعقد ہوئے۔

مختصر دورانیے کے کورسز

مختصر دورانیے کے کورسز

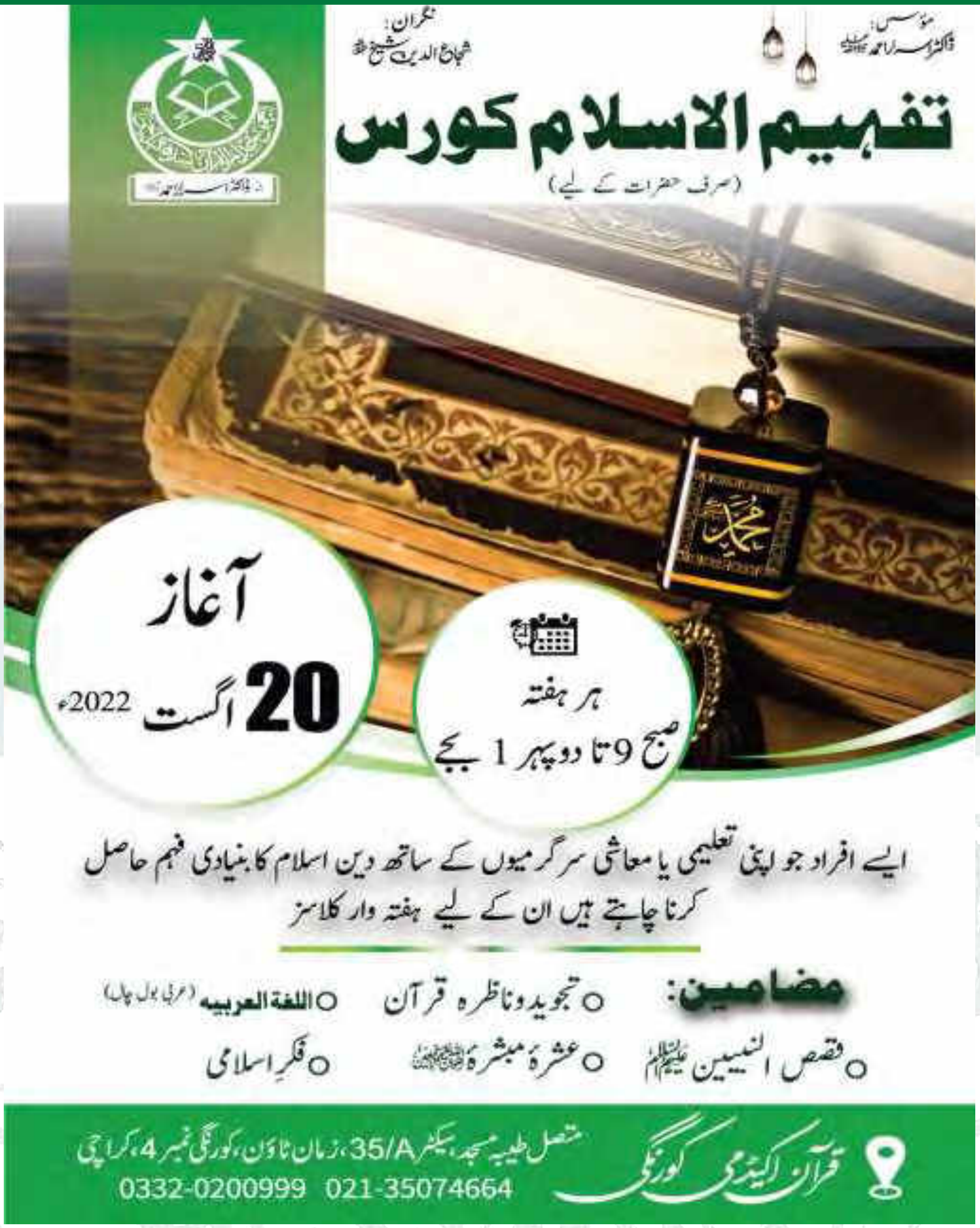

شعبۂ مطبوعات

کے تحت درج ذیل کتب طبع کی گئیں

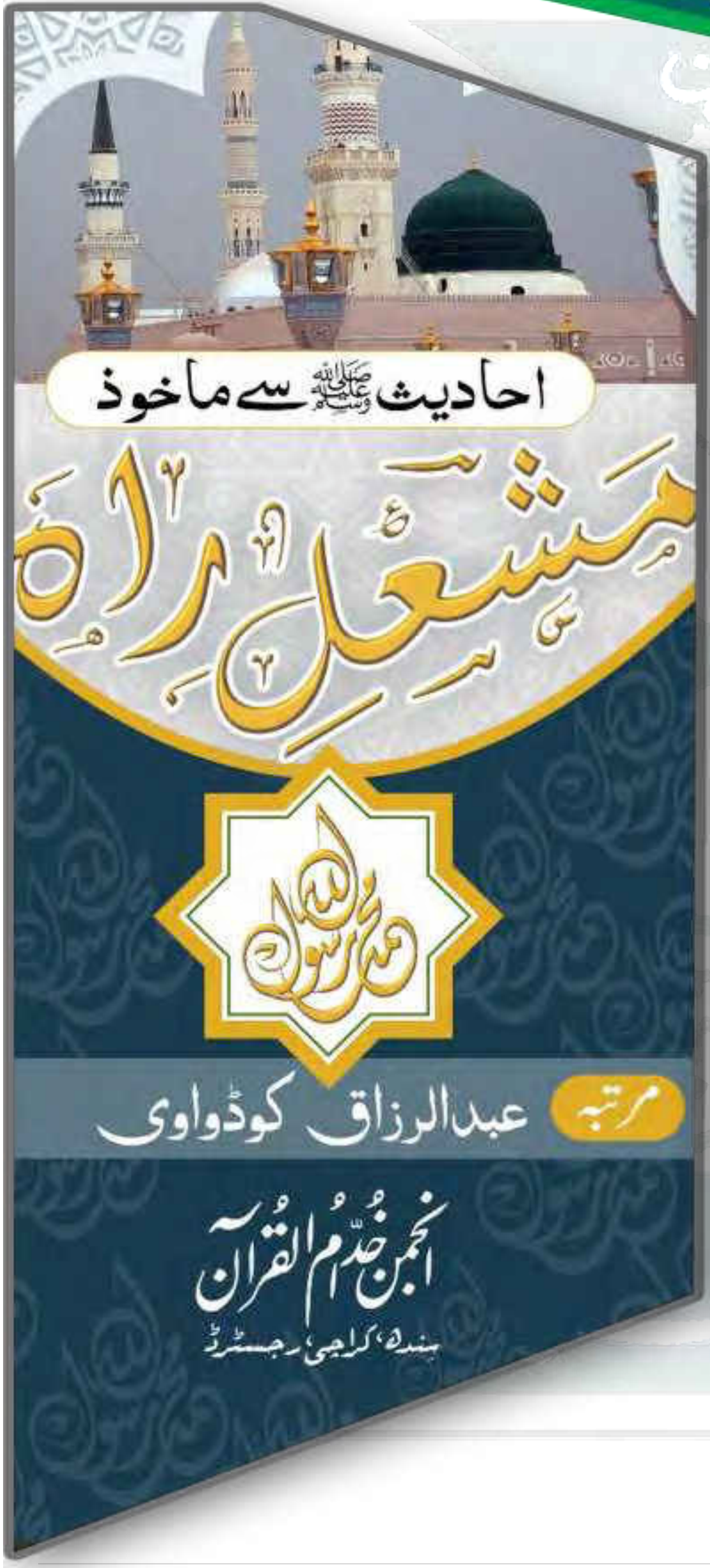

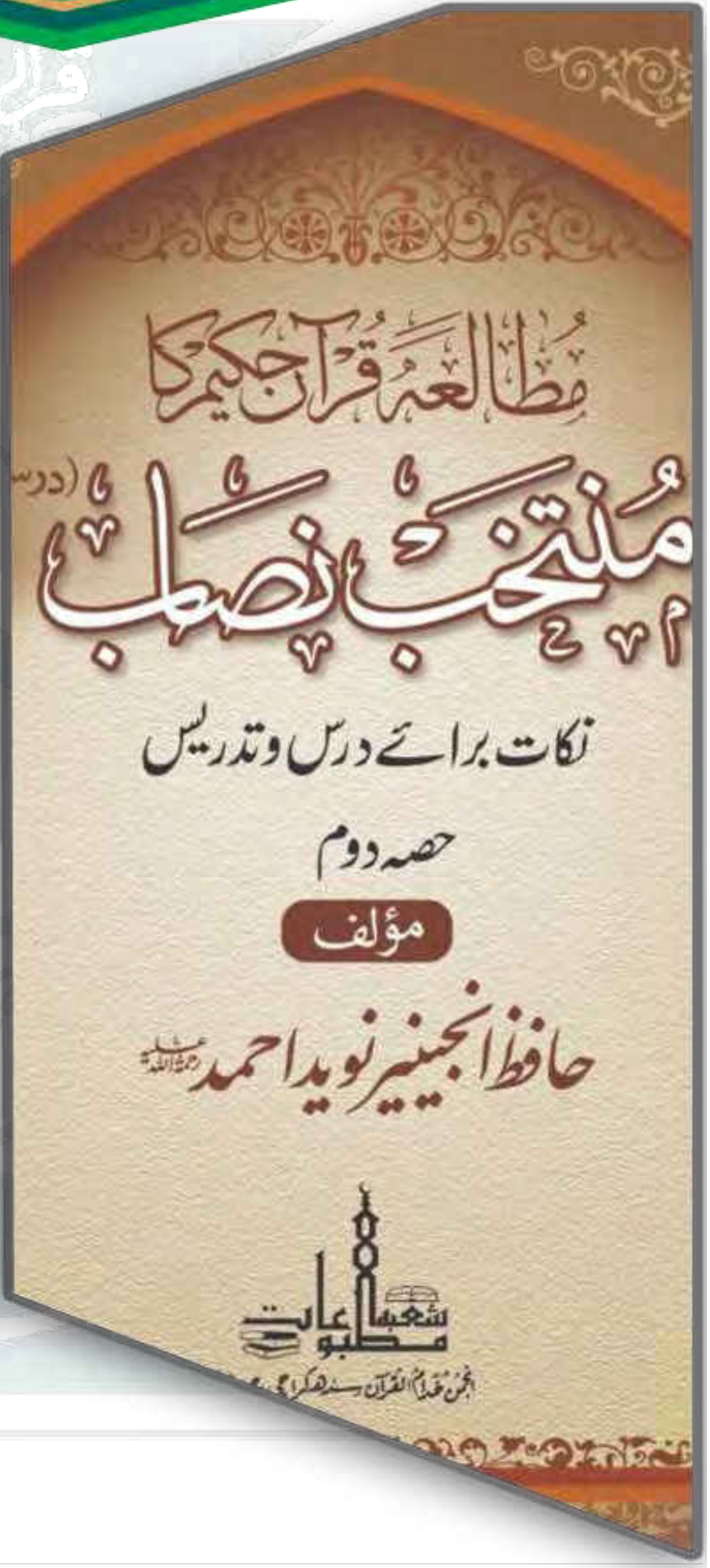

شعبۂ سمع و بصر

مطالبات قرآن:

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مبنی "مطالباتِ قرآن" کے عنوان سے Qtv کے لیے قرآن اسٹوڈیو میں نگرانِ انجمن کی 35-35 منٹ پر مشتمل ویڈیو ریکارڈنگز کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ ان شاءاللہ Qtv پر ہفتہ میں اس سلسلہ کے دو پروگرام نشر ہوا کریں گے۔ اب تک اس سلسلہ کے 8 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں۔

منتخب نصاب (رجوع الی القرآن کورس):

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں مدیرِ تعلیمات ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کی منتخب نصاب کی کلاسز کی ویڈیو ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے جو کہ بعد ازاں LMS پر مستقبل قریب میں شروع ہونے والے رجوع الی القرآن کورس کے Self-paced کورس میں شامل کیا جائے گا۔ ماہِ جون میں اس سلسلہ کی 6 کلاسز ریکارڈ کی گئیں۔

حج تربیتی نشست:

نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کی ریکارڈ شدہ حج تربیتی نشست کی مکمل ویڈیو کو مختلف عنوانات کے تحت چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کر کے قرآن چینل پر اپلوڈ کیا گیا تاکہ سہولت کے ساتھ متعلقہ عنوان کو سنا جا سکے۔

حج تربیتی نشست

کراچی پریس کلب پر سود کے خلاف مظاہرہ:

تنظیم اسلامی کے تحت 29 جون 2022ء کو سود کے خلاف کراچی پریس کلب پر ہونے والے مظاہرہ اور بعد ازاں شاہین کمپلیکس تک ریلی کا اہتمام کیا گیا۔ مظاہرہ کی تصویری جھلکیاں، مظاہرہ کے دوران امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے خطاب اور مظاہرہ کے بعد منعقد کی جانے والی ریلی کی ویڈیو ریکارڈنگز صدرِ انجمن کی وساطت سے مرکز تنظیم اسلامی کو ارسال کی گئیں۔

کراچی پریس کلب پر سود کے خلاف مظاہرہ

خطباتِ جمعہ:

ماہِ جون 2022ء میں جامع مسجد شادمان میں درجِ ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگز مرکز ارسال کی گئیں:

ہماری فکر و عمل پر صفاتِ باری تعالیٰ کے اثرات

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ -- غیرت و حمیت اور کرنے کے کام

حاکمیتِ باری تعالیٰ اور ہماری ذمہ داریاں

موروثی اور حقیقی ایمان

روشنی (ریڈیو پاکستان):

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگ ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

اغراض و مقاصد انجمن خدام القرآن، سندھ، کراچی

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد و منبع ایمان اور سر چشمۂ یقین قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج؛

☆ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق؛

☆ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت؛

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیمِ قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆ ☆ ☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7-021-34993436